غیر مبایعین کی انجمن کے رازہائے سربستہ کا انکشاف

انجمن کے ایک دلیر اور دردمند ممبر کے قلم سے

عنقریب انشاء اللہ ایک نہایت زبردست مضمون احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ایک معزز ممبر کا شائع کیا جائیگا۔ جس میں اس انجمن کے بہت سے رازہائے سربستہ کا انکشاف کیا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے۔ کہ وہ لوگ جو اس انجمن پر قابض ہیں۔ کیا کیا چالیں چل رہے اور کس طرح قوم کا روپیہ صرف کر رہے ہیں۔ نیز اس مضمون میں یہ بھی ثابت کیا گیا ہے۔ کہ دونو فریق میں جو معاہدہ ہوا تھا۔ اسے لاہوری فریق کے امیر اور اس کے خاص مددگاروں نے کس طرح توڑا۔ یہ مضمون پڑھ کر ناظرین کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ کا رؤیا لیمز قنحم جس پر تھوڑے ہی دن ہوئے۔ مولوی محمد علی صاحب نے تمسخر اڑایا تھا۔ کس طرح ان لوگوں پر صادق آرہا ہے۔

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ باوجود نقاہت اور ضعف روزانہ درس القرآن دے رہے ہیں۔ اور ۲۲ ستمبر کو سورہ نحل رکوع ۱۵ تک درس ہو چکا ہے۔ اس ہفتہ میں انشاء اللہ درس ختم کیا جائے گا۔

گذشتہ چند دنوں سے متواتر روزانہ خوب بارش ہو رہی ہے اور بارش کی خاطر حیران و پریشان ہونے والے انسان خوشی اور مسرت محسوس کر رہے ہیں۔

سپرنٹنڈنٹ صاحب ڈاک خانجات ڈاک خانہ قادیان کے متعلق شکایات کی تحقیقات کے لئے آئے۔ اور اپنے طور پر تفتیش کر گئے۔ اگر اخبارات والوں سے مل کر شکایات کا پتہ لگاتے۔ تو آسانی سے صحیح نتیجہ پر پہونچ سکتے۔

میری بیماری کی مختصر کیفیت اور صحت کی خوشخبری

برادران دینی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ویسے تو میری بیماری کا سلسلہ ۱۹۲۳ء سے کم وبیش چلا آرہا ہے۔ مگر پار سال اگست ۱۹۲۷ء میں جب میں میڈیکل کالج لکھنؤ کے آخری امتحان کے لئے تیاری کر رہا تھا۔ مجھ پر تپ دق کا شدید حملہ ہوا اور میں صاحب فراش ہوگیا۔ ۱۰۲ درجہ کا بخار رہنے لگا۔ کھانسی میں غیر معمولی طور پر زیادتی ہوئی۔ پہلے تو میں نے اس طرف کوئی توجہ نہ کی۔ لیکن جب بیماری نے کسی طرح مفارقت پسند نہ کی تو استاذ المکرم جناب میجر اسٹاٹ صاحب آئی ایم ایس پروفیسر میڈیکل کالج لکھنؤ کو میں نے اپنی حالت سے آگاہ کیا۔ میجر صاحب مجھے دیکھنے غریب خانہ پر تشریف لائے۔ اور ان کے مشورہ کی تعمیل میں میں میڈیکل کالج کے ہسپتال میں داخل ہوگیا۔ جہاں میں وسط مارچ ۱۹۲۸ء تک رہا۔ اور میرے معالج میرے دوسرے محترم استاذ جناب کرنل اسپراسن صاحب سی آئی ای۔ آئی ایم۔ ایس پرنسپل میڈیکل کالج لکھنؤ ہے۔ ممدوح نے جب یہ دیکھا۔ کہ میرا ایک پھیپھڑا بہت خراب ہے۔ اور دوسرے میں بہت کم خرابی ہے۔ تو اس پھیپھڑے کو جو بہت خراب تھا۔ بالکل بیکار کر دیا اور دوسرے پھیپھڑے کے لئے یہ علاج تجویز کیا۔ کہ پورے طور پر آرام دیا جائے۔ حرکت نہ کی جائے۔ اس طریقہ علاج کو نیموتھرکس کہتے ہیں۔ میرے مخدوم استاذ جناب کرنل اسپراسن صاحب اس طریقہ علاج میں اکسپرٹ ہیں اور ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ خدا کا فضل شامل حال تھا۔ لہذا یہ علاج میرے لئے بہت مفید ثابت ہوا۔ میرا بخار جاتا رہا۔ کھانسی میں بہت زیادہ کمی ہوئی۔ میرا وزن بڑھنے لگا۔ اور میں تندرستوں کی ذیل میں آگیا۔

دنیا اسباب پر قائم ہے۔ میری صحت کے معاملہ میں اسباب ضرور پیدا ہوئے۔ اور ان میں سے ہر سبب میرے لئے ضرور مفید ثابت ہوا۔ مگر میرا یقین ہے۔ کہ ان سب اسباب کو خدا نے جو مسبب الاسباب ہے محض اپنے فضل سے پیدا کیا۔ اور خدا کے فضل کو جذب کرنے والی حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی وہ خاص دعائیں ہوئیں۔ جو آپ نے میرے لئے خاص طور پر فرمائیں۔

علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی خاص دعاؤں کے میرے حقیقی برادر محترم معظم و مکرم جناب ڈاکٹر محمد عمر صاحب پی ایم۔ ایس میڈیکل افسر بجنور (ممالک متحدہ) نے میری صحت کے لئے خاص طریقوں اور خاص اوقات میں بہت دعائیں فرمائیں۔ اور میری شدید علالت کا سنکر متواتر ایک ساتھ چالیس روزے بھی رکھے۔ اور حالت صوم میں دیوانہ وار میرے اچھے ہونے کے واسطے دعائیں فرمائیں۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرۃ

لوگ تو کہتے ہیں:-

"کون سی کی نہ دوا کون سی مانگی نہ دعا"

مگر کچھ نہ ہوا۔ لیکن الحمد للہ میرے حق میں دعاؤں کا سلسلہ بھی مفید ہوا۔ اور انہیں دعاؤں کی بدولت دوائیں بھی مؤثر ثابت ہوئیں اور اب یہ حالت ہے۔ کہ میں بالکل اچھا ہوں۔ صرف وہم ہے جو مجھے کبھی کبھی ستاتا ہے۔ اور اس وہم کی بدولت میں قدرے پریشان رہتا ہوں۔ ورنہ بھوانی آکر میرے بلغم میں متعدد مرتبہ امتحان ہونے پر تپ دق کے جراثیم بھی نہ ملے۔ اور میرے حی و قیوم خدا نے مجھے جلایا۔ اور ان کو مارا۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ

اس بیماری میں جن جن بھائیوں نے خطوط لکھکر یا بہ حالت قیام لکھنؤ تشریف لاکر میری مزاج پرسی کی۔ ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور چونکہ اکثر بھائی میری حالت از راہ محبت دریافت فرماتے رہتے ہیں۔ اس لئے تفصیلاً اطلاع دینا بھی مناسب خیال کرتا ہوں۔

غالباً صوبہ یو پی کے رہنے والے بھائیوں کو معلوم ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے خاکسار کو اس صوبہ یو پی کا عرصہ سے "فارین سیکرٹری" مقرر کیا ہوا ہے۔ اور اب حال ہی میں میرے معظم محترم برادر حضرت مفتی محمد صادق صاحب ناظر امور خارجہ قادیان نے تقرر سابق کی تجدید بھی فرما دی ہے۔ لہذا چند سطریں اس معاملہ میں بھی تحریر کرنا ضروری ہیں۔

میں اس اہم فرض کو اپریل ۱۹۱۹ء سے برابر سرانجام دے رہا ہوں۔ اور اب تک جیسا کام ہوا ہے۔ اسی طرح امید ہے۔ کہ انشاء اللہ آئندہ بھی ہوتا رہیگا۔ اس شدید علالت میں خاصکر قیام بھوانی میں بھی میرا کام بند نہیں ہوا ہے۔ برابر ہوا ہے۔ اور انشاء اللہ ہوتا رہے گا۔

صوبہ یو۔ پی کے برادران دینی کی خدمت میں عرض ہے۔ کہ اگر کسی پولٹیکل معاملہ میں میری خدمات کی ضرورت لاحق ہو۔ تو فوراً مجھے لکھنؤ کچہری روڈ نمبر ۱ کے پتہ سے مطلع فرمائیں۔ میں جہاں کہیں ہوں گا۔ فوراً انتظام ہو جائے گا۔ اور برادران دینی کی خدمت انجام دیدی جائیگی۔ کوئی کام بغیر تعاون کے نہیں ہو سکتا۔ لہذا میرے برادران دینی بھی جس وقت تک مجھ سے تعاون نہ فرمائیں گے۔ میرے کاموں میں پوری کامیابی نہ ہوگی۔ میں اپنے صوبہ کے برادران دینی کی ہر پولٹیکل خدمت کے لئے تیار ہوں۔ اب کام لینا نہ لینا ان کا کام ہے۔

راقم

محمد زبیر احمدی فارین سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح ثانی برائے یوپی مقیم بھوانی ضلع نینی تال

(یو۔ پی)

اعلان

اخبار پیغام صلح لاہور۔ زمیندار لاہور۔ پیغام حق (مستری بلڈنگ) کے ان ناپاک حملوں کا جواب دینا جو وہ سلسلہ عالیہ احمدیہ پر کرتے رہتے ہیں۔ اور ان افتراپردازیوں کا انکشاف کرنا جو وہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے خلاف شائع کر رہے ہیں۔ اخبار فاروق قادیان نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ جن احباب کو یہ شوق ہو۔ کہ وہ اعدائے نامراد کی حقیقت حال سے واقف رہیں۔ اور ان کے دجل و فریب سے لوگوں کو آگاہ کر سکیں۔ وہ فاروق ضرور خریدیں۔

ذوالفقار علی خاں ناظر اعلیٰ

اعلانات نظارت دعوت و تبلیغ

روانگی مبلغ جماعتہائے احمدیہ اضلاع ملتان۔ مظفر گڑھ ڈیرہ غازی خاں۔ و ڈیرہ اسمٰعیل خاں کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ شیخ محمود احمد صاحب مجاہد مصری کو ان چاروں اضلاع کے لئے مبلغ مقرر کرکے ۲۸ اگست کو روانہ کر دیا گیا ہے۔ ان اضلاع کی جو جماعتیں انہیں بلانا چاہیں ان سے پتہ ذیل پر خط و کتابت کریں۔ معرفت مولوی عنایت اللہ صاحب عربک ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول ملتان۔ بلانے والے دوست شیخ صاحب موصوف کے لئے سہولت مہیا کر دیں۔ اور ان کے قیام سے بہتر سے بہتر فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔

احمدیہ ایلبم احمدیہ ایلبم کے متعلق سب سے پہلے اعلان میں احباب کو اطلاع دی گئی تھی۔ کہ اس کی طباعت و اشاعت ایک ہزار خریداروں کے مہیا ہو جانے پر منحصر ہے۔ جس قدر تاخیر خریداروں کے مہیا ہونے میں ہوگی۔ اسی قدر اس کی طباعت بھی معرض تعویق میں رہیگی۔ آج ۲۸ اگست ۱۹۲۸ء تک خریداران کی کل تعداد ۷۴ ہے۔ اس رفتار سے اس کی اشاعت جلسہ سالانہ پر نہیں ہو سکیگی۔ پس چاہیئے۔ کہ جو احباب اس مفید کتاب کو خریدنا چاہیں۔ وہ بہت جلد درخواستیں بھیجدیں نام و پتہ صحیح اور خوشخط حروف میں ہو۔ اور یہ بھی لکھیں کہ کس قدر کاپیاں وہ اس کی خریدیں گے۔ محترم سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب سکندر آباد نے اس کی پچاس کاپیوں کی خریداری منظور فرمائی ہے۔ جزاہم اللہ۔ جماعت کے دوسرے صاحب ثروت احباب بھی اگر توجہ فرمائیں۔ تو جلد اس کام کو شروع کیا جا سکتا ہے۔

محمد دین۔ قائم مقام ناظر دعوت و تبلیغ

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ کا فرمودہ درس قرآن شریف

کَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِیَ ۙ

جو باتیں تم خیال کرتے ہو۔ اور کہتے ہو کہ اس نبی کی مخالفت کے بُرے نتائج نہ نکلیں گے یہ درست نہیں۔ جب تمہاری جان ہنسلی تک پہنچے گی تو

وَقِیْلَ مَنْ ٚ رَاقٍ ۙ

اس وقت کہا جائے گا۔ اب کون ہے تمہیں بچانے والا۔ لاؤ جھاڑ پھونک کرنے والوں کو۔ وہ تم کو نہیں بچا سکیں گے۔

وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ۙ

اس وقت وہ سمجھیں گے۔ اب دنیا کے مال و اسباب خویش و اقارب سے جدائی ہونیوالی ہے۔

وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۙ

یہ محاورہ ہے۔ کہ پنڈلی پنڈلی سے لپٹ جائیگی۔ مطلب یہ کہ مصیبت پر مصیبت پڑنی شروع ہو جائیگی۔ اے تتابعت علیہ المصائب ؎

اِلٰی رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ِالْمَسَاقُ ۟ؔ ع

آج تو الہام کا انکار کر رہے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ خدا کی طرف سے کوئی کلام نہیں آ سکتا۔ مگر اس دن جبکہ عذاب آئے گا۔ تو خدا کی طرف ہی دوڑیں گے ؎

سُورۃ القیامہ رکوع دوم

(۱۶؍ مئی ۱۹۲۸ء)

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰی ۙ

پس اس نے لا صدق نہ تو اس کلام کی تصدیق کی۔ جو خدا کی طرف سے آیا۔ ولا صلّی۔ اور نہ خدا کی عبادت کی۔

یہ دو چیزیں ہیں۔ جو خدا تعالیٰ سے انسان کا تعلق پیدا کرتی ہیں۔ اوّل یہ کہ تصدیق ہو۔ ایمان حاصل ہو۔ یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے والی باتوں کی انسان تصدیق کرے اس تصدیق ایمان کے معنے سمجھنے میں لوگوں نے غلطیاں کی ہیں۔ عام طور پر لوگ اگر خدا تعالیٰ کی دس بیس یا پچاس باتیں مان لیتے ہیں۔ تو کہتے ہیں۔ ہم خدا کی باتوں کی تصدیق کرنے والے ہیں۔ لیکن اگر کوئی سو باتوں کو مانے۔ اور ایک کا انکار کرے۔ تو وہ مصدق نہیں ہو سکتا۔ ساری عمر کسی کی باتوں کو سچا سمجھا جائے۔ لیکن اس کی طرف ایک ہی جھوٹ منسوب کر دیا جائے۔ تو یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ اسے سچا سمجھا گیا۔ بلکہ یہی کہا جائے گا۔ کہ اسے جھوٹا قرار دیا گیا۔ کیونکہ تصدیق کے معنے یہ ہیں۔ کہ اس کی طرف سے جو بات پیش ہو۔ اسے سچا سمجھا جائے۔ پس خدا تعالیٰ کے کلام کی تصدیق کرنے کا مفہوم یہی ہے۔ کہ خدا کی طرف سے جو بات آئے۔ اسے مان لیگا

اگر کوئی شخص خدا تعالیٰ کی پچاس باتوں کو مانتا ہے۔ مگر ایک کا انکار کر دیتا ہے۔ تو وہ مصدق نہیں ہو سکتا۔ اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے انچاس باتیں جو مانی ہیں۔ اگر ایک نہیں مانی تو کیا ہو گیا ؎ دنیا میں بھی ہم دیکھتے ہیں۔ اگر کسی کی لاکھ باتوں کو سچا کہا جائے۔ مگر ایک کو جھوٹا قرار دے دیا جائے۔ تو لوگ یہی کہتے ہیں۔ کہ اسے جھوٹا قرار دیا گیا۔ اس کی باقی سچی باتوں کو اتفاق پر محمول کیا جائے گا۔ لیکن اگر کوئی خدا تعالیٰ کی دس بیس باتوں کو مانتا ہے۔ اور ایک کو نہیں مانتا تو وہ بھی مصدق نہیں ہے ؎

لوگ کہتے ہیں۔ دس بیس باتیں جو فلاں شخص مانتا ہے۔ اس کے ایک نہ ماننے پر کیوں ناراض ہوتے ہو۔ فرمایا:۔ فلا صدق۔ پہلی چیز ایمان کے لئے یہ ہے کہ انسان خدا کے کلام کی تصدیق کرے۔ خدا تعالےٰ کی طرف سے جو کچھ آئے اسے مانے۔

دوسری چیز جس کی ضرورت ایمان کے کمال کے لئے ہے۔ وہ عبادت ہے۔ اس کے معنے سمجھنے میں بھی لوگوں کو غلطی لگی ہے۔ بعض لوگ تو ظاہری عبادت کو ہی کافی سمجھتے ہیں۔ اگر کوئی نماز پڑھتا ہو تو سمجھتے ہیں۔ بڑا بزرگ ہو گیا۔ اور بعض لوگ ایسے ہیں۔ جو کہتے ہیں۔ ظاہری عبادت کی ہستی ہی کیا ہے۔ دل میں ذکر کرنا اصل عبادت ہے۔ جو دل میں ذکر کرتا ہے۔ اسے نماز پڑھنے کی کیا ضرورت ہے۔ جو شخص یہ طریق اختیار کرے۔ اسے بھی کہا جاتا ہے۔ بڑا بزرگ ہے۔ اگر کہا جائے۔ وہ تو نماز بھی نہیں پڑھتا۔ تو کہتے ہیں۔ اجی نماز پڑھنے والے بھی بڑے لوگ ہوتے ہیں مگر یہ ان کی بے ہودگی ہے۔ بے شک نماز پڑھنے والوں میں برے ہوتے ہیں۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ جو نماز نہ پڑھے۔ وہ بھی بزرگ اور نیک ہو سکتا ہے۔ بات یہ ہے۔ کہ نہ صرف ظاہری عبادت کافی ہوتی ہے۔ اور نہ صرف دل کی عبادت۔ صلوٰۃ کا لفظ نکلا ہی رحمت اور برکت سے ہے۔ اور صلوٰۃ اسی چیز کو کہتے ہیں۔ جو رحمتوں اور برکتوں کا موجب ہو۔ جو عبادت ایسی نہیں۔ وہ صلوٰۃ ہی نہیں۔ خدا تعالیٰ سے اسی تعلق کا نام صلوٰۃ ہے۔ جس سے خدا تعالیٰ کی رحمت اور برکت میں جوش پیدا ہو۔ پس جن حرکات ظاہری اور کیفیات باطنی کے نتیجہ میں خدا کا فضل نازل ہو۔ وہ صلوٰۃ ہے اور وہ اعمال جن میں جسم اور قلب دونوں خدا کی طرف جھکتے ہیں۔ وہی اصل عبادت ہے۔ جو جسم اور قلب کو خدا تعالیٰ کی طرف نہیں لگاتا۔ وہ عبادت نہیں کرتا ؎

وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۙ

بلکہ اس نے جھٹلایا۔ اور جو بات خدا کی طرف سے آئی تھی۔ اس کا انکار کر دیا ؎ چاہے کوئی موسیٰ علیہ السلام کو مانتا ہو۔ ابراہیم علیہ السلام کو مانتا ہو۔ اگر اس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کر دیا۔ تو وہ مکذب ہی کہلائے گا۔ کیونکہ جس نے ایک بات میں کسی کو جھوٹا کہا۔ اس نے اس کی ساری سچائی پر پانی پھیر دیا ؎

تولّی میں خدا تعالیٰ نے صلّی کا مفہوم بتا دیا۔ کہ اس کے معنے خدا کی طرف رجوع کرنے کے ہیں۔ کیونکہ جس نے نماز نہ پڑھی۔ اس کے متعلق کہا۔ کہ اس نے خدا سے منہ پھیر لیا۔ پس صلی کے معنے خدا تعالیٰ کی طرف جسم اور قلب سے جھکنے اور رجوع کرنے کے ہیں۔ جو جسم اور قلب دونوں کے ساتھ جھکتا ہے۔ وہ مصلی ہے۔ اور جن اعمال کے ساتھ قلب اور جسم خدا تعالیٰ کی طرف جھکتا ہے۔ وہ صلوٰۃ ہے۔ اگر

کوئی جسم کو چھوڑتا اور صرف قلب سے جھکتا ہے۔ تو متولی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی جسم سے جھکتا اور قلب سے نہیں جھکتا۔ تو وہ بھی متولی ہے۔ وہ خدا کی طرف سے اپنی توجہ کو ہٹاتا ہے ٭

ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ؕ

وہ جس نے خدا کی بات کو نہ مانا۔ جس نے خدا کی طرف سے قلب اور جسم کو ہٹا لیا۔ یعنی جس نے ظاہری اور باطنی عبادت کو چھوڑ دیا۔ وہ بندوں کی طرف جھک گیا۔

جس کا خدا تعالےٰ سے تعلق نہیں رہتا۔ وہ اپنا سہارا بندوں کو بناتا ہے ایسے ہی لوگوں کا یہاں ذکر ہے۔ وہ جب خدا کو چھوڑتے ہیں۔ تو بئس للظٰمین بدلا (۱۸ - ۴۸) کے مصداق بن جاتے ہیں۔ وہ بندوں سے اُمیدیں وابستہ کرتا ہے اس لئے فرمایا۔ پھر ایسا انسان اپنے رشتہ داروں کی طرف متوجہ ہوا اکڑتا ہوا

تمطیٰ۔ ہاتھ ہلا ہلا کر اکڑ کر چلنے کو کہتے ہیں ٭

اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۙ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ؕ

اولیٰ کے معنے قریب آنے والی ہلاکت کے ہیں۔ فرمایا تجھ پر ہلاکت ہوگی۔ جو تیرے ساتھ لگی رہے گی۔ پھر تجھ پر ہلاکت ہوگی۔ جو تیرے ساتھ لگی رہے گی۔

یہاں ہلاکت کی دو قسمیں بتائیں۔ اور چار ہلاکتیں بتائیں۔ پہلی قسم ہلاکت کی اولیٰ لک فاولیٰ ہے۔ اور دوسری قسم ثم اولیٰ لک فاولیٰ۔ پہلی قسم میں ایک ہلاکت اولیٰ لک ہے۔ اور دوسری ہلاکت فاولیٰ اور دوسری قسم میں ایک ہلاکت ثم اولیٰ ہے۔ اور دوسری ہلاکت فاولیٰ۔

ہلاکت کی دو قسمیں کونسی ہیں۔ ایک ہلاکت اس دنیا میں آنے والی۔ اور دوسری وہ جو اگلے جہاں میں آئے گی۔ اور چار ہلاکتیں کس لئے ہیں۔ ایک اس لئے کہ فلا صدق چونکہ تصدیق نہیں کی۔ اس لئے اس دنیا میں ایسے لوگوں کو ذہنی اور فکری عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ دوسری اس لئے کہ ولا صلی۔ چونکہ عبادت جسمانی اور قلبی نہیں کی۔ اس لئے جسمانی اور جذباتی عذاب دیا جائے گا۔ اسی طرح کی دو ہلاکتیں اگلے جہاں میں ہونگی ٭

جذباتی عذاب اور ہوتا ہے۔ اور فکری اور۔ فکری عذاب کی مثال ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین (۱۵ - ۲) میں بیان کی گئی ہے۔ کفار اسلام کی اعلیٰ تعلیم کو دیکھتے ہیں۔ تو کڑھتے ہیں۔ کہ ہماری کتابوں میں ایسی باتیں کیوں نہیں۔ اس کا موٹا ثبوت آریوں اور عیسائیوں میں ملتا ہے۔ وہ قرآن کریم کی تعلیم کو لیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ یہ ہمارے مذہب کی تعلیم ہے۔ ان کے دل جانتے ہیں۔ کہ اسلام کی تعلیم کو رد نہیں کر سکتے۔ اس لئے وہ اسلامی باتوں کو اپنے مذہب کی طرف منسوب کر لیتے ہیں۔ یہ بھی ان کے لئے عذاب ہی ہے۔ جب وہ اپنے مذہب کی تائید میں کوئی کتاب لکھتے ہیں۔ تو دل میں سمجھتے ہیں۔ کہ جو باتیں ہم پیش کر رہے ہیں۔ وہ ہمارے مذہب میں کہاں ہیں۔ مگر لکھتے یہی ہیں۔ کہ یہ باتیں ہمارے مذہب میں پائی جاتی ہیں ٭

تو فرمایا :- اولیٰ لک فاولیٰ۔ اس میں دو عذاب بیان کئے۔ ایک فکری عذاب۔ اور دوسرا جسمانی عذاب جو احساسات سے تعلق رکھتا ہے۔ ثم اولیٰ لک فاولیٰ ٭

پھر یہ عذاب اسی دنیا میں ختم نہ ہو جائیں گے۔ بلکہ مرنے کے بعد بھی چلیں گے اور وہاں بھی دونوں قسم کے عذاب ہوں گے۔ اگلے جہاں میں فکری عذاب تو ظاہر ہے جب ان پر ان کے عقائد کی غلطی ظاہر ہوگی۔ تو یہ ان کے لئے کم فکری عذاب ہوگا۔ اور جسمانی عذاب بھی ہوگا۔ دوزخ میں رہیں گے۔ اور اپنے رشتہ داروں سے علیحدہ کئے جائیں گے ٭

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ؕ

کیا انسان خیال کرتا ہے۔ کہ اسے یونہی چھوڑ دیا جائے گا ٭

سدیٰ۔ آوارہ اور باغی کو کہتے ہیں۔ وہ جانور جسے لگام نہ دی ہوئی ہو۔ جدھر چاہے پھرتا ہے۔ اسے سدیٰ کہتے ہیں۔ اسی طرح وہ چیز جو مصرف میں نہ آئے بیکار ہو۔ اسے سدیٰ کہتے ہیں۔ پس ایحسب الانسان ان یترک سدیٰ کے یہ معنے ہیں۔ کہ کیا انسان خیال کرتا ہے۔ کہ خدا نے اسے پیدا کرکے آوارہ چھوڑ دیا ہے۔ کہ جدھر چاہے۔ پھرے۔ پھر کیا خدا نے انسان کو پیدا کرکے بے فائدہ چھوڑ دیا ہے۔ اس کی زندگی کا کوئی نتیجہ نہ نکلے گا ٭

اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ۙ

ذرا وہ یہی دیکھے۔ کہ اس کی پیدائش کے متعلق کتنے قانون بنائے گئے۔ کیا وہ نطفہ نہ تھا منی سے جو گرایا گیا ٭

ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ۙ

پھر ہم نے اس کو علقہ کر دیا۔ پھر اس کو مضبوط بنا دیا۔ اور ہر قسم کی قابلیتیں اس میں رکھ دیں ٭

فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ؕ

زوجین کے معنے عربی میں مرد و عورت کے نہیں۔ بلکہ جوڑے کے ہر جز کو زوج کہتے ہیں۔ تو فرمایا۔ ہم نے جوڑے کے دو جزو بنائے۔ نر اور مادہ۔ مادہ نر سے فیض حاصل کرتی ہے۔ اور پھر بچہ پیدا ہوتا ہے۔ یہی حال روحانیت میں ہے۔ عام طور پر دنیا میں انسان روحانی لحاظ سے مادہ ہوتے ہیں۔ اور نر خدا کے نبی ہوتے ہیں۔ جب وہ آتے ہیں۔ تو لوگ ان سے فیض حاصل کرتے اور پھر آگے اس فیض کے نتائج نکلتے ہیں ٭

اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ع

کیا خدا یہ نہیں کرنے والا تھا۔ کہ روحانی مردوں کو زندہ کرتا۔ ضرور اس نے نر و مادہ کا سلسلہ اسی لئے رکھا۔ اگر دنیا میں نر نہ رہیں۔ تو دنیا تھوڑے عرصہ میں تباہ ہو جائے یہی حال روحانیت کا ہے ٭

سُورۃ الدھر رکوع اوّل

(۲۰ مئی سنہ ۱۹۲۸ء)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مَیں اللہ کا نام لیکر شروع کرتا ہوں۔ جو بے انتہا کرم کرنیوالا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

هَلۡ اَتٰی عَلَی الۡاِنۡسَانِ حِیۡنٌ مِّنَ الدَّهۡرِ لَمۡ یَکُنۡ شَیۡـًٔا مَّذۡکُوۡرًا۝

ھل کے معنے عربی میں سوال کے بھی ہوتے ہیں۔ اور ھل کے معنے کبھی تاکید کے بھی ہوتے ہیں۔ اور ھل بمعنے قد استعمال ہوتا ہے۔ اس جگہ سوال کے معنی نہیں ہیں۔ بلکہ اسجگہ قد کے معنوں میں ہی ھل استعمال ہوا ہے۔ ھل اتی علی الانسان حین من الدھر یعنی قد اتی علی الانسان حین من الدھر۔ کہ انسان پر آچکا ہے ایسا زمانہ یا ایک زمانہ۔ حین کے معنے گھڑی وقت اور زمانہ کے ہوتے ہیں۔ اور دھر کے بھی یہی معنے ہیں۔ اور حین کی اضافت دھر پر ہو جائے۔ تو اس کے معنے ہوتے ہیں ایک زمانہ یا ایسا زمانہ۔ پس حین من الدھر کے یہ معنے نہیں ہوں گے۔ کہ زمانہ میں سے زمانہ۔ بلکہ یہ ایک زمانہ یا ایسا زمانہ۔ تو فرمایا۔ ایک زمانہ انسان پر ایسا آچکا ہے لم یکن شیئًا مذکورًا۔ کہ یہ کوئی ایسی چیز نہ تھا۔ جس کا ذکر کیا جاتا۔

بعض نادان اس آیت سے یہ فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ کہ مادہ ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ جس چیز کی یہاں نفی کی گئی ہے۔ وہ شیئًا مذکورًا ہے۔ یعنی یہ نہیں کہا گیا۔ کہ کبھی کوئی ایسا وقت بھی آیا۔ جبکہ وہ شئے نہ تھا۔ بلکہ نفی اس بات کی گئی ہے کہ انسان شیئًا مذکورًا نہ تھا۔ مگر یہ استدلال غلط ہے۔ دنیا کی ساری چیزوں میں تسلسل تو معلوم ہوتا ہے۔ مگر ہر چیز کا دائرہ علیحدہ علیحدہ مقرر ہے۔ جب کوئی چیز اس دائرہ سے باہر نکل جاتی ہے۔ تو اس کا اور نام رکھ دیا جاتا ہے۔ مثلاً مسئلہ ارتقاء کے ماتحت انسان حیوان سے بنا ہے۔ اور حیوان نباتات سے۔ اور نباتات جمادات سے۔ یہ ایک ترقی ہے۔ جو مسئلہ ارتقاء کے ماننے والوں کے نزدیک ہوتی چلی آئی ہے۔ اب اگر کوئی کہے۔ کہ انسان پیدا ہی نہیں ہوا۔ کیونکہ وہ حیوان سے نکلا ہے۔ یا حیوان پیدا ہی نہیں ہوا۔ کیونکہ وہ نباتات سے نکلا ہے۔ یا نباتات پیدا شدہ نہیں ہے۔ کیونکہ وہ جمادات سے نکلی تھی۔ تو کوئی عقلمند اسے تسلیم نہ کرے گا۔ کیونکہ جس دائرہ کے لئے وہ نام تجویز کئے گئے۔ ان سے وہ نکل گئی۔ تب اس کا نیا نام ہوا۔ یہاں خدا تعالےٰ نے یہ نہیں فرمایا۔ کہ کوئی زمانہ تھا۔ جب مادہ شیئًا مذکورًا تھا۔ کہ کہا جائے مادہ ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔ بلکہ جس بات کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ انسان ہے۔ کہ انسان پر ایسا وقت آیا۔ جبکہ وہ لم یکن شیئًا مذکورًا تھا۔ اور ہر انسان پر یہ وقت آیا ہے۔ جب تک کوئی انسان پیدا نہیں ہوتا۔ وہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ یہاں آدم علیہ السلام کے زمانہ کا ذکر نہیں ہے۔ جبکہ انسانوں کی ابتدا ہوئی۔ بلکہ ہر انسان کا ذکر ہے۔ یہاں بنی نوع انسان کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ یہ ذکر ہے۔ کہ ہر انسان جو پیدا ہوتا ہے وہ پہلے لم یکن شیئًا مذکورًا ہوتا ہے۔ پس نہ یہاں مادے کا ذکر ہے۔ نہ دنیا کی پیدائش کا۔ یہاں ذکر محض اس بات کا ہے۔ کہ انسان پر ایسا زمانہ بھی آتا ہے۔ جب کہ وہ کمزور اور بے حقیقت ہوتا ہے۔ یہ ہر انسان کی حالت ہوتی ہے۔ پس ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئًا مذکورًا۔ ہر انسان پر یہ حالت آچکی ہے۔ کہ وہ ایسا نہ تھا۔ کہ لوگ اس کا ذکر کرتے۔ بلکہ وہ ایک حقیر چیز تھا ؎

اِنَّا خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ نُّطۡفَۃٍ اَمۡشَاجٍ ق

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہاں انسان کا ہی ذکر ہے۔ یہ تو نہیں ہوا۔ کہ سب سے پہلا انسان بھی نطفہ امشاج سے پیدا ہوا۔ جہاں سے انسان کی پیدائش شروع ہوئی۔ وہاں نطفہ سے نہیں پیدا ہوا۔ بلکہ اور طرح ہوا۔ ورنہ دور تسلسل ماننا پڑیگا اور یہ اسلام کے رو سے غلط ہے۔ پس نطفہ کا ذکر کر کے خدا تعالیٰ نے بتادیا کہ یہاں آدم مراد نہیں۔ جس سے انسان کی ابتدا ہوئی۔ بلکہ ہر ایک انسان کی پیدائش مراد ہے۔ تو فرمایا :-

ہم نے ہر انسان کو پیدا کیا۔ ایک چھوٹی حقیر چیز سے۔ وہ چیز کیا تھی۔ نطفہ امشاج تھی۔ وہ مرکب چیزوں سے بنی ہوئی تھی۔ امشاج جمع ہے مشیج کی۔ اور مشیج اس چیز کو کہتے ہیں۔ جو مرکب ہو۔ مطلب یہ کہ کئی مرکب چیزیں۔ تو فرمایا۔ انسان کو ہم نے ایسے نطفہ سے پیدا کیا ہے۔ جو مرکبات سے مرکب ہے۔ اس میں ایک نہایت لطیف بات بیان کی گئی ہے۔ اور وہ یہ کہ دنیا میں کوئی چیز مفرد نہیں ہے۔ یہاں نطفہ مشیج نہیں فرمایا۔ کہ نطفہ مفردات سے بنا ہے بلکہ فرمایا :- نطفۃ امشاج۔ نطفہ مرکبات کا مجموعہ ہوتا ہے۔ یعنے وہ مرکب ہے اور مرکبات سے مرکب ہے۔ مفردات سے مرکب نہیں۔ دُنیا میں کوئی چیز مفرد ہے ہی نہیں۔ سب مرکبات ہیں۔ یہ اس لئے ہے تا معلوم ہو۔ کہ صرف خدا ہی کی ذات واحد ہے۔ باقی سب مرکب ہیں ؎

حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ فرماتے۔ اور مَیں نے اسی جگہ کھڑے ہو کر درس دیتے ہوئے ان سے سُنا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رؤیا کے ذریعہ لا الٰہ الا اللہ کے معنے بتائے۔ اور وہ یہ کہ دنیا میں کوئی چیز مفرد نہیں ہے۔ سوائے خدا تعالیٰ کی ذات کے۔ پس امشاج کے معنے مرکبوں کا مرکب ہے۔ اگر انسان مرکبات سے پیدا نہ کیا جاتا تو اس میں اس قدر مختلف طاقتیں کس طرح پیدا ہوتیں۔ تو فرمایا۔ ہم نے انسان کو ایسا پیدا کیا۔ کہ اس میں مختلف طاقتیں رکھی ہیں۔ پھر ان کے اندر اختلاط ہے۔ پھر ان میں آگے اختلاط ہے ؎

نَّبۡتَلِیۡہِ

ہم نے کیوں اتنے مرکبات کا مجموعہ انسان کو بنایا۔ اس لئے کہ ہم اس کی آزمائش کرنا چاہتے ہیں۔ اسپر احسان کرنا چاہتے ہیں۔

جتنی زیادہ چیزوں سے کوئی چیز مرکب ہو۔ اتنی ہی اس میں زیادہ طاقتیں ہوتی ہیں مثلاً کونین اور آرسنک کا مرکب جسے دیا جائے گا۔ اسپر کونین کا بھی اثر ہو گا۔ اور آرسنک کا بھی۔ پھر کونین اور آرسنک کے ملنے کا بھی اثر ہو گا۔ گویا اسپر تین رنگ میں وہ مرکب اثر کرے گا۔ اور اگر تین چیزوں کو ملایا جائے۔ تو پھر ان تین چیزوں کے مفرد اثر ہوں گے اور پھر تینوں کے ایک دوسری کے ساتھ ملنے سے جو علیحدہ علیحدہ اثر ہوتے ہیں وہ

بھی ہوں گے۔ اور پھران کا مجموعی اثر بھی ہوگا۔ یعنے ایک کا دوسری کے ساتھ ملنے کا اثر ہوگا۔ دوسری کا تیسری سے ملنے کا اثر ہوگا۔ پہلی کا تیسری سے ملنے کا اثر ہوگا۔ اور پھر تینوں کا مجموعی اثر ہوگا۔ اسی طرح اگر چار چیزوں کو ملائیں۔ تو ان کے اثرات اور زیادہ ہوں گے۔ اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے اچھے طبیبوں نے تیس چالیس دوائوں کو ملا کر ایسی ایسی دوائیں بنائی ہیں۔ جو کئی بیماریوں پر اثر کرتی ہیں۔ مثلاً ایک حب مسکین نواز ہوتی ہے۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ فرماتے۔ قریباً ہر بیماری کے لئے مفید ہوتی ہے۔ دست آتے ہوں۔ تو اس کے کھانے سے بند ہو جاتے ہیں اگر قبض ہو۔ تو اس کے کھانے سے قبض دور ہو جاتی ہے۔ تو اس کے سینکڑوں اثرات ہیں۔ مگر یہ انسانوں کے مرکبات ہیں۔ جن کا علم بہت ہی محدود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم چونکہ کامل ہے۔ اس لئے اس کے مرکبات کے اثرات بھی بے شمار ہوتے ہیں۔ تو فرمایا۔ انسان کو ہم نے مرکبات سے اس لئے بنایا۔ کہ ہر قسم کی طاقتیں اس کے اندر رکھی جائیں۔ اور ان سے کام لیکر انعام حاصل کر سکے۔ ہر عمل کے بدلہ میں علیحدہ انعام ہوتا ہے۔ اس لئے اس قدر اعمال کی طاقتیں خدا تعالیٰ نے انسان میں رکھیں۔ کہ جن کی کوئی حد ہی نہیں ہے۔ اسی کو دیکھکر صوفیاء نے لکھا ہے۔ کہ انسان عالم صغیر ہے جو کچھ دنیا میں پایا جاتا ہے۔ وہ سب کچھ چھوٹے پیمانہ پر انسان میں موجود ہے ؎

فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝

فرمایا۔ چونکہ ہم چاہتے تھے۔ کہ انسان پر انعام کریں۔ اس لئے ہم نے اسے نطفہ امشاج سے پیدا کیا۔ اور پھر اسے سمیع اور بصیر بنایا۔

یہ الفاظ دو قسم کی طاقتوں پر دلالت کرتے ہیں۔ سمیع کی جو طاقت ہے۔ وہ دوسری چیز کے تاثر کو قبول کرتی ہے۔ کوئی بلاتا ہے۔ تب ہم سنتے اور جواب دیتے ہیں۔ گویا دوسرا داعی ہوتا ہے۔ اور سننے والا مجیب ہوتا ہے۔ مگر بصیر خود داعی ہوتا ہے۔ دوسری چیز کو دیکھتا ہے۔ اور اس کی خبر گیری کرتا ہے۔ تو سمیع کی صفت تاثر پر اور بصیر کی صفت تاثیر پر دلالت کرتی ہے۔ فرمایا۔ انسان میں ہم نے ایسی قابلیت رکھی ہے۔ کہ دوسری طرف سے جو آواز آتی ہے۔ اس کا جواب دیتا ہے۔ اور پھر اسے ایسی قابلیت دی ہے۔ کہ جو دیکھتا ہے۔ اس کے مطابق کام کرتا ہے۔ بصیر میں عمل پایا جاتا ہے۔ مگر نظر میں عمل نہیں پایا جاتا۔ بینظر میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ کہ انسان دیکھنے کے بعد عمل کرے۔ مگر بصیر اسے کہتے ہیں۔ جو دیکھے اور عمل کرے۔ جیسا کہ علیم میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ کہ علم حاصل ہو۔ اور عمل کرے۔ مگر خبیر میں یہ بات پائی جاتی ہے۔ کہ خبر ہو۔ اور اس کے مطابق عمل کرے

تو سمیعاً بصیراً میں یہ بتایا۔ کہ انسان متاثر ہے اور موثر ہے۔

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۝

پھر ہم نے اس کو کامل رستہ دکھایا۔ السبیل کہہ کر بتا دیا۔ کہ رستہ کہلانے کا مستحق وہی ہے۔ جو ہم نے بتایا۔ وہ ایسا رستہ ہے۔ کہ اسکے سوا اور کسی رستہ کو حقیقی رستہ نہیں کہہ سکتے۔ یہ رستہ بغیر الہام کے معلوم نہیں ہو سکتا۔ دنیا میں کوئی دو انسان ایسے نہیں مل سکتے۔ جن کے خیالات ایک سے ہوں۔ حتیٰ کہ نبی اور ان کا کوئی ماننے والا دو ایسے نہیں ہو سکتے۔ جن کے خیالات میں کوئی فرق نہ ہو۔ دو بھائیوں کے خیال ایسے نہیں ہو سکتے۔ اُستاد شاگرد کے خیال ایک سے نہیں ہو سکتے۔ ایک کتاب پڑھنے والے دو انسانوں کے خیالات ایک سے نہیں ہو سکتے۔ ایک اور ایک بات صرف خدا ہی کی ہو سکتی ہے۔ انسان کے خیالات اس کے علم اس کی حالت کے مطابق بدلتے رہتے۔ اور ان میں تغیر آتا رہتا ہے۔ ابھی چند دن ہوئے ایڈیٹر الفضل نے میرے ایک پہلے درس کی عبارت پیش کی۔ کہ پہلے یہ کہا گیا تھا۔ اب اور کہا گیا ہے۔ میں نے کہا۔ اس وقت جو علم تھا۔ اس کے مطابق وہ کہا تھا۔ اب جو علم ہے۔ اس کے مطابق یہ کہتا ہوں۔ تو انسان کا علم بڑھتا رہتا ہے اس لئے بھی تغیر ہوتا رہتا ہے۔ خدا تعالےٰ کا علم بڑھتا نہیں۔ اس لئے وہ جو بات کہتا ہے۔ وہ حقیقی ہوتی ہے۔ اور اس میں اگر تغیر ہوتا ہے۔ تو انسان کی حالت کے بدلنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جس طرح بیمار کی حالت کے بدلنے پر طبیب کے نسخے میں تغیر ہو جاتا ہے۔ تو السبیل وہی رستہ ہے۔ جو کلام الٰہی کے ذریعہ بتایا گیا ؎

اس کے نتیجہ میں کبھی انسان شکر گذار بنتا ہے۔ اور کبھی کفر کرتا ہے۔ اگر شکر کرتا ہے۔ تو اسپر شکر کے نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ اور اگر کفر کرتا ہے۔ تو اسپر کفر کے نتائج نکلتے ہیں۔ ہمارا کام اصل رستہ بتانا تھا۔ وہ بتا دیا۔ اب اگر کوئی کفر کرے گا تو کفر کے نتائج پائے گا۔ اور اگر شکر کریگا۔ تو شکر کے نتائج حاصل کریگا ؎

یہاں شکور کی جگہ شاکر رکھا اور کفر کی جگہ کفورا رکھا۔

غالب کا ایک شعر ہے۔ وہ تھے تو شرابی کبابی۔ مگر بعض باتیں انھوں نے بڑی سچی کہی ہیں۔ کہتے ہیں :

جان دی دی ہوئی اُسی کی تھی ؏ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

یعنی بڑی سے بڑی بات یہ ہوتی ہے۔ کہ خدا کے رستہ میں جان دے دی۔ مگر وہ تو دی ہوئی اسی کی تھی۔ اس طرح دیا کیا۔ کیا جان ہم اپنے پاس سے لائے تھے۔ اسی کی دی ہوئی تھی۔ ہم نے اسی کی چیز اسی کو دے دی۔ حق تو یہ ہے۔ کہ حق ادا نہ ہوا۔ سچی بات یہی ہے۔ کہ ہم نے اس کا حق ادا نہ کیا۔ جتنی دیر جان سے فائدہ اُٹھایا۔ وہ مُفت میں اُٹھایا۔ اور جب جان واپس کی۔ تو وہ اسی کی تھی۔ اس کی دی ہوئی چیز اسے واپس کر دی ؎

تو انسان خدا تعالےٰ کے دین کے لئے جو کچھ بھی کرتا ہے۔ اسکی وجہ سے شاکر کہلا سکتا ہے۔ شکور کہلانا مشکل ہے (وقلیل من عبادی الشکور) مگر ذرا سا انکار کرنے پر وہ کفور ہو جاتا ہے۔ پس چونکہ انسان کفر کے مقام پر فوراً پہنچ جاتا ہے۔ اس لئے کفور فرمایا۔ یعنی زیادہ کفر کرنے والا۔ اور شکور کا درجہ حاصل کرنا زیادہ مجاہدہ چاہتا ہے۔ اس لئے شاکر فرمایا ؎

اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۟ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ۝

ہم نے تیار کی ہیں کافروں کے لئے سلٰسلا زنجیریں۔ اغلٰلاً طوق وسعیراً۔ اور بھڑکنے والی آگ۔

یہ تین چیزیں تین حالتوں پر دلالت کرتی ہیں۔ زنجیر انسان کو دوڑنے میں روک بنتی ہے۔ اسکی وجہ سے انسان دوڑ نہیں سکتا۔ طوق گردن اٹھنے سے روکتا ہے۔ اسکی وجہ سے انسان اوپر گردن نہیں اُٹھا سکتا۔

ہندوستان کی خبریں

شملہ ۔ ۲۲ر اگست پنجاب کے حفظان صحت کے محکمہ کی پندرہ روزہ رپورٹ سے پتہ چلتا ہے ۔ کہ اس عرصہ میں پنجاب کے علاقہ میں پلیگ کا ایک کیس بھی واقعہ نہیں ہوا ۔ ہیضہ کانگڑا جالندھر فیروزپور اور منٹگمری کے اضلاع میں پھیلا ہوا ہے ۔ جس کے کل ۱۹۹ کیس ہوئے ۔ جن میں سے ۱۰۱ اموات ہوئیں ۔ اس کے علاوہ گڑگاؤں ۔ رہتک کرنال ۔ سیالکوٹ ۔ ملتان اور گجرانوالہ میں چند اموات ہیضہ سے ہوئیں ۔ کانگڑہ میں ۹ ۔ اموات واقع ہوئیں ۔

کلکتہ ۔ ۲۴ر اگست ۔ سفید ہاتھی جس کا نام یاوا تھا ۔ اور جس کو بدھ مذہب کے پیرو اوتار سمجھکر پرستش کرتے تھے ۔ کلکتہ کے چڑیا گھر میں آکر اتفاقیہ مرگیا ہے ۔ موت سے قبل اس کے خون کا طبی معائنہ کرایا گیا تھا جس سے معلوم ہوتا تھا ۔ کہ اس کے خون میں کسی قسم کا زہریلا مادہ پیدا ہوگیا ہے ۔ جمعہ کے دن لوگوں کا ایک ایسا گروہ دیکھا گیا ۔ جو کہ ہاتھی مذکور کو گلے سڑے کیلے دے رہا تھا بیان کیا جاتا ہے کہ اس کی وجہ سے ہی موت واقع ہوئی ۔ سنا جاتا ہے کہ اس ہاتھی کو ایک خاص سٹیمر کے ذریعہ رنگون پہونچایا جائیگا ۔ جہاں بدھ مذہب والے اس کی پوجا کریں گے ۔

لکھنؤ ۔ ۲۷ر اگست ۔ ہندو مہا سبھا کا اجلاس آج ڈاکٹر منجی کے زیر صدارت منعقد ہوا ۔ سندھ کے نمائندوں نے علیحدگی سندھ کے متعلق زبردست احتجاج کیا ۔ مسٹر اینی نے جو نہرو کمیٹی کی رپورٹ پر دستخط کر چکے ہیں ۔ واضح کیا کہ اس صوبہ کی علیحدگی سے قبل مالی اور انتظامی پابندیوں کے متعلق اطمینان کر لینا ضروری قرار دیا گیا ہے ۔

لاہور ۔ ۲۵ر اگست ۔ عوام کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے ۔ کہ افغانی سفارت کے تمام نمائندوں کو قونصل عمومی کی منظوری حاصل کئے بغیر افغانستان کے لئے پروانہ ہائے راہداری عطا کرنے کا اختیار حاصل ہے ۔

شملہ ۔ ۲۵ر اگست ۔ سرکاری ریلوں کا مجموعی منافعہ ہفتہ مختتمہ ۱۱ر اگست تک (انیسواں ہفتہ) ۱۵۶ لاکھ کے قریب ہے ۳ لاکھ روپیہ گذشتہ ہفتہ سے اور دو لاکھ روپیہ پچھلے سال کے اسی ہفتہ سے زیادہ منافعہ ہوا ۔ ۱۱ر اگست ۱۹۲۸ء تک کل آمدنی ۳۶۷۲ کروڑ یا سال گذشتہ کی اسی مدت سے بقدر ۲۴ لاکھ کے زیادہ ہے ۔

پونا ۔ ۲۷ر اگست ۔ مسٹر شاستری کو جنوبی افریقہ میں مزید ایک سال رکھنے کے لئے جو کوشش کی جا رہی تھی ۔ اس کے سلسلہ میں معلوم ہوا ہے کہ مسٹر شاستری نے حکومت ہند کو مطلع کیا ہے ۔ کہ وہ اپنی ملازمت کی میعاد میں توسیع نہیں چاہتے ۔

سکندر آباد ۔ ۲۷ر اگست ۔ یہاں اطلاع موصول ہوئی ہے ۔ کہ دریائے گوداوری پر حال میں جو ریلوے پل تعمیر ہوا تھا ۔ وہ پانی کے چڑھاؤ کی وجہ سے بہ گیا ہے ۔ ریلوے لائن سے ۱۱ فٹ اونچا پانی چڑھا ہوا ہے ۔ آمد و رفت قطعی بند ہے ۔

لاہور ۔ ۲۶ر اگست ۔ سی ۔ آئی ۔ ڈی کے ایڈمنسٹریشن کی رپورٹ مظہر ہے ۔ کہ سی ۔ آئی ۔ ڈی نے ایک ایسا کیس معلوم کیا ۔ کہ جس میں ایک ملزم نے ۴۵ نوٹ قرآن کی کاپی میں بند کر کے اپنے گھر بھیجدیئے ۔ دیگر نوٹ ہائی کورٹ کے رجسٹروں میں چھپے ہوئے پائے گئے ۔

پشاور ۔ ۲۵ر اگست ۔ پشاور میونسپل کمیٹی نے جو ۲۶ر جون ۱۹۲۸ء کے اجلاس میں بناسپتی گھی کو گوجم اور دوسری اقسام کے بناوٹی گھی پر ۴ روپیہ فی من محصول چونگی لگانے کا فیصلہ کیا تھا ۔ صوبہ سرحدی کی گورنمنٹ نے اسے نامنظور کر دیا ہے ۔ وجہ یہ بتائی گئی ہے ۔ کہ گورنمنٹ آف انڈیا سرکلر نمبر ۵۲ ر ۸۶۳ مورخہ ۲۸ر فروری ۱۹۰۵ء کے تحت تین روپے ۱۲ آنہ فی صدی قیمت سے زیادہ محصول نہیں لگایا جا سکتا ۔

آل پارٹیز کانفرنس کے اجلاس لکھنؤ میں نہرو کمیٹی کی رپورٹ پر اظہار استحسان کیا گیا ۔ صرف حسرت موہانی نے مخالفت کی جو مکمل آزادی کے حامی تھے ۔ کلکتہ مسلم لیگ کے ارکان نے لیگ کی منظور کردہ قراردادوں سے قطع نظر کر کے رپورٹ کی سفارشات کی حمایت کی ۔ ڈاکٹر انصاری نے سید حبیب کو اجلاس میں شامل ہونے کی اجازت دینے سے صاف انکار کر دیا ۔ جو انجمن تحفظ حقوق المسلمین کی طرف سے مسلمانان پنجاب کے عام نقطۂ نگاہ کو پیش کرنے کیلئے گئے تھے مسلم لیگ کے نمائندوں کی طرف سے ایک اعلان شائع کیا گیا جس میں رپورٹ مذکور کی سفارشات کو اصولی حیثیت سے تسلیم کر لینے کے بعد کانفرنس سے یہ سفارشات کی گئی ہیں ۔ کہ صوبہ سندھ کی علیحدگی کی سفارش معین اور قطعی الفاظ میں کی جائے ۔ اور مالی یا اقتصادی مشکلات کے دور کرنے کے اور ذرائع اختیار کئے جائیں ۔ بنگال اور پنجاب میں نشستوں کا تعین نہ بھی ہو تو ایسے دیگر ذرائع جن سے مسلمانوں کی اکثریت بحال رہے اختیار ات کئے جائیں ۔

فاضلکا ۔ ۲۹ر اگست ۔ ہندوؤں کی اپیل پر کمشنر جالندھر نے ایک عارضی امتناعی حکم نکالا ہے ۔ جس سے مسلمانوں کو گؤکشی سے روک دیا گیا ہے ۔

لکھنؤ کی آل پارٹی کانفرنس میں نہرو کمیٹی کی رپورٹ کو تمام ملکی لیڈروں نے منظور کر لیا ہے ۔

کلکتہ ۔ ۲۹ر اگست ۔ آل انڈیا زنانہ کانفرنس ایجوکیشنل ریفارم نے فیصلہ کیا ہے ۔ کہ ہندوستان کی زبان ہندی ہونی چاہئیے ۔ عورتوں کا جمہ بورڈوں کمیٹیوں اور کونسلوں میں ہونا ضروری ہے ۔

غیر ممالک کی خبریں

لندن ۔ ۲۳ر اگست ۔ سر جان سائمن چیرمین آئینی کمیشن نے اپنے حلقہ لوئر برج میں ایک گارڈن پارٹی میں تقریر کرتے ہوئے اہل حلقہ سے ہندوستان کو دوسری روانگی کے لئے رخصت لی ۔ آپ نے فرمایا ۔ کہ مجھے کمیشن پر کام کرنے کی اجازت دیکر میرے رائے دہندگان نے ایک قربانی کی ہے ۔ لیکن اگر میں اور میرے رفقاء کار جمہوری ترقی کی جانب قدم بڑھانے میں ہندوستان کو امداد دے سکے تو ہم اس قربانی پر فخر کر سکیں گے ۔

طہران ۔ ۲۱ر اگست ۔ گذشتہ شب ۱۱ بجے سبزی بازار نیشاپور ۔ شیرواں اور خراساں اضلاع میں زلزلہ کا سخت صدمہ محسوس کیا گیا ۔ اطلاع ملی ہے ۔ کہ نشاپور میں ۱۰ ہلاک ہوگئے ۔ عمارات کو بھی نقصان پہونچا ۔

بوڈاپسٹ ۔ ۲۲ر اگست ماؤں کا ایک تیوہار منایا گیا جس میں سات سے زیادہ بچوں کی دس ہزار مائیں شامل ہوئیں ۔ زیادہ تعداد میں بچے پیدا کرنے والی ماؤں کو انعام دئے گئے ۔ ایک سو عورتیں بیس سے زیادہ بچوں کی مائیں نکلیں ۔ ایک عورت ۲۷ بچوں کی ماں تھی جسے درجہ اول کا انعام ملا ۔

نیویارک ۲۵ر اگست ۔ سکارڈر سٹیشن کے نزدیک ایک ریل پٹڑی سے اتر گئی جس کی وجہ سے بیس آدمی ہلاک اور بہت سے مسافر زخمی ہوئے ۔ ٹرین مسافروں سے بھری ہوئی تھی بجلی کی تاریں ٹوٹ گئیں جس کی وجہ سے زیر زمین چلنے والی گاڑیوں کے تمام سٹیشنوں میں اندھیرا ہوگیا ۔

برلن ۔ ۲۵ر اگست ۔ مارلنڈے جینک ایک عورت کو جس کی عمر پچاس سال ہے لیزگ کی عدالت عالیہ نے فرانس کی طرف سے جاسوسی کے الزام میں بیس سال قید کی سزا دی ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ عورت مذکور دوران جنگ میں جاسوسی کا کام کرتی رہی ہے ۔

رگبی ۔ ۲۱ر اگست ۔ عہد نامہ امتناع جنگ پر دوشنبہ کو دستخط ہوں گے ۔ کل انگلستان کے تمام گرجوں میں عام شکر گذاری کی نماز ادا کی جائے گی ۔ دوشنبہ کو بھی بہت سے دیہاتی گرجوں میں خاص دعا کی جائیگی ۔ اخبارات بھی اس عہد نامہ کو بڑی اہمیت دیتے ہیں ۔ چنانچہ تمام جرائد اس کے متعلق مضامین لکھ رہے ہیں

پیرس ۲۴ر اگست ۔ دوشنبہ کے روز پہلی مرتبہ جمہوریہ جرمنی کا جھنڈا پیرس میں اڑایا جائیگا ۔ فرانسیسی حکومت نے حکم دیا ہے ۔ کہ عہد نامہ امتناع جنگ پر دستخط ہونیکے وقت دستخط کرنے والی تمام طاقتوں کے جھنڈے سرکاری عدالت پر نصب کئے جائیں ۔ اور شام کو ان جھنڈوں کو روشن کیا جائے ۔

عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کیلئے قادیان سے شائع کیا

ساز زندگی

از جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل

کب تک رہے گی آہ یہ غفلت کی زندگی
محروم مئے ثواب و ضلالت کی زندگی

رندان بادہ نوش نے اکثر بیک خروش
پائی ہے تیرے فیض سے جنت کی زندگی

ہر دم یہی دعا ہے بدرگاہ کبریا
یارب مجھے نصیب ہدایت کی زندگی

ذلت ہر اک طرح کی اٹھائے گا جو بشر
حاصل وہی کرے گا کرامت کی زندگی

ساقی نے آج صبح پلا دی مجھے وہ مے
جس سے ملی ہے تازہ مسرت کی زندگی

دامن پہ پڑھ رہے ہیں فرشتے نماز شوق
محمود حق نے پائی طہارت کی زندگی

"ومہ نور مے فشاند و سگ بانگ مے زند"
خود دیکھ لیجے نور کی ظلمت کی زندگی

سچ ہے کہ لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَہَّرُوْن
دکھلائی دے رہی ہے صداقت کی زندگی

ایمان چاہتے ہو خلافت کا ساتھ دو
جانو اسی میں ساری جماعت کی زندگی

اے زہد مکر کوش یہ سن لے بگوش ہوش
دوزخ کی زندگی ہے خیانت کی زندگی

دلکش بہت ہے صبح وطن لیکن اے عزیز
تبلیغ میں عجیب ہے غربت کی زندگی

جنگ و جدال چھوڑ کے ہر اک سے رشتہ جوڑ
پرلطف ہوتی ہے یہ محبت کی زندگی

آل سعود نجد نے مکے مدینے میں
پھر تازہ کی رسولؐ کی سنت کی زندگی

الفاظ سے ہو جانب معنی اگر رجوع
مل جائے ان کو ملک حقیقت کی زندگی

بزدل ہے کاٹ لے جو گلا اپنا آپ ہی
یہ خودکشی نہیں ہے شہادت کی زندگی

الحاد پیشہ اہل بہا سے کہو کہ تم
حیفا میں دیکھو شمس و لاہت کی زندگی

عبد البہا، رواج نہ اقدس، کو دے سکا
قرآن میں ہے دائمی راحت کی زندگی

کوئی اٹھے جو کابل و انگورہ سے کہے
یورپ کی زندگی ہے شقاوت کی زندگی

اسلام کے تمدن و آئیں میں جذب ہو
دونوں جہاں میں پالے سعادت کی زندگی

میں کیا بتاؤں شان مسیح محمدی
وہ زندگی تھی غلبہ و قدرت کی زندگی

ہر لحظہ آسمان سے پیغام آتے تھے
رکھتے تھے ہم زمین پہ نصرت کی زندگی

کفار پر شدید تھے آپس میں تھے رحیم
مشہود تھی ــــ خلوص و اطاعت کی زندگی

اکمل تجھے ہے دولت جاوید کی طلب
کر اختیار دین کی خدمت کی زندگی

دنیا کا محسن

حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ کی وہ پر معارف و حقائق تقریر جو حضور نے ۱۷۔ جون کے جلسہ پر قادیان میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات۔ آپ کی قربانیوں اور آپ کے تقدس کے ثبوت میں فرمائی تھی۔ بہت خوبصورت لکھائی چھپائی کے ساتھ "دنیا کا محسن" کے نام سے چھپ کر شائع ہو گئی ہے۔ کتاب چھوٹے سائز کے ۱۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ جس کی قیمت صرف ۳؍ علاوہ محصولڈاک ہے۔ اس کا مطالعہ نہ صرف ہر ایک مومن کے ازدیاد ایمان کا باعث ہوگا۔ بلکہ غیر مسلموں کو بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت اور علو مرتبت کا قائل بنائے گا۔ احباب کو جلد سے جلد اس بے نظیر تحفہ کی متعدد کاپیاں منگا کر غیر مسلموں میں فروخت کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

یہ کتاب "بک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان" سے مل سکتی ہے۔ زیادہ تعداد میں خریدنے والوں کو رعایت بھی دیجاتی ہے۔

پیغام صلح لاہور کا آخری نمبر

اس میں سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ رب العالمین کے افاضۂ کمال کو ختم ثابت کرنے کی سعی ناکام کی گئی ہے۔ حالانکہ حضور انور کا فیض جس سے ظلی نبوت مل سکتی ہے۔ تا قیامت جاری ہے۔ اس زہر کا تریاق

"الفضل کا خاتم النبیین نمبر"

ہے۔ جو تمام جماعتہائے احمدیہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھنے والوں کو منگوا کر اپنے شہر اور قرب و جوار و حلقہ جات اثر میں تقسیم کرنا چاہیے۔ قیمت فی نمبر چکنا کاغذ۔ اعلےٰ لکھائی چھپائی ۱؍ ایک روپیہ کے پانچ پرچے ملنے کا پتہ۔ مینیجر الفضل قادیان

احمدیہ نوٹ بک

مولوی غلام احمد صاحب مجاہد مولوی فاضل کی مصنفہ احمدیہ نوٹ بک حصہ اول ایک نہایت مفید اور قابل قدر کتاب ہے۔ جس میں بڑے بڑے پچاس مضامین پر نہایت پختہ دلائل دئے گئے اور اسکے ساتھ ہی ان دلائل پر مخالفین جو اعتراضات کرتے ہیں۔ ان کے جواب بھی دئے گئے ہیں۔ اور یہ ایسے جواب ہیں۔ جن کی وجہ سے مخالفین بارہا لاجواب ہو چکے ہیں۔ کتاب عیسی سائز پر عمدہ لکھائی چھپائی اور اچھے کاغذ پر چھپائی گئی ہے۔ اور پانچسو صفحہ کے قریب حجم ہونے کے باوجود قیمت صرف ۱۲؍ رکھی ہے۔ اور مجلد کی قیمت ایک روپیہ (عہ) چونکہ اسلام کی اشاعت اور تبلیغ احمدیت کا یہ ایک بہت مفید ذریعہ ہے۔ اس لئے ہم خوشی کے ساتھ تحریک کرتے ہیں۔ کہ احباب اس سے فائدہ اٹھائیں۔ کتاب ملنے کا پتہ

ایک برہمن عورت کو جو ۳۵ سال دکھائی دیتی ہے - بدیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الفضل
قادیان دارالامان مورخہ ۴ ستمبر ۱۹۲۸ء

مقدمہ بازی کی مصیبت

صوبہ پنجاب کے نہایت قابل اور کامیاب بیرسٹر جناب چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب نے جماعت احمدیہ کے گذشتہ سالانہ جلسہ پر ایک تقریر کی۔ جس میں مسلمانوں کو مقدمہ بازی کے نقصان بتا کر اس سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا تھا:-

"یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ مقدموں اور وکیلوں سے زیادہ نقصان دہ مرض ہندوستان میں اور کوئی نہیں۔ پس دیوانی میں مقدمہ لے کر نہیں جانا چاہیئے۔ میں وکیل ہو کر آپ لوگوں کو مشورہ دیتا ہوں۔ کہ وکیلوں کے ہاتھوں میں نہ پڑو"

اس کے ساتھ ہی آپ نے یہ بھی فرمایا:-

"حتے الوسع مقدمہ بازی سے احتراز کرنا چاہیئے۔ جماعت احمدیہ میں تو قضا کا محکمہ ہے۔ جو فیصلے کرتا ہے۔ دوسرے مسلمانوں کو اپنے تنازعات ثالثوں کے ذریعہ طے کرانے چاہئیں جب اتنے اخراجات برداشت کرنے کے باوجود آخر عدالت کے فیصلہ پر آپ لوگ صبر کرتے ہیں۔ تو کیوں ثالث کے فیصلہ کو ہی نہ مان لیں جس میں کچھ خرچ بھی نہیں ہوتا"

مقدمہ بازی کی مصیبت اور پھر مسلمانوں کی سی مفلس اور قلاش قرض کے بارگراں کے نیچے دبی ہوئی قوم کے لئے اتنی بڑی مصیبت ہے۔ کہ اس کے متعلق جس قدر بھی چیخ و پکار کی جائے تھوڑی ہے فوجداری مقدمات تو عدالت میں کوئی لے کر جائے۔ یا نہ جائے۔ پولیس خود ان کے متعلق کافی سے زیادہ اہتمام رکھتی اور پوری دلچسپی لیتی ہے۔ اس لئے اس بارے میں تو کچھ کہنا ہی بے فائدہ ہے۔ البتہ دیوانی مقدمات جو عدالتوں میں لے جائے جاتے ہیں اور جن میں مدعی اور مدعا علیہ دونوں مدتوں سرگردان رہنے کے ساتھ ہی اپنا گھر بار بھی لٹا دینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ ان کے متعلق تمام بہی خواہان قوم کا فرض ہے۔ کہ مسلمانوں کو ان سے باز رکھنے کی کوشش کریں۔ اور انہیں اس تباہی میں پڑنے سے روکیں جس میں پڑ کر بے شمار نہایت معزز اور دولت مند خاندان نان شبینہ کے محتاج ہو چکے۔ اور اپنی ساری عزت و آبرو کھو چکے ہیں۔

ان مقدمات میں اخراجات جس کثرت سے کرنے پڑتے ہیں ان کا اندازہ ہر اس شخص کو ہوگا۔ جسے کسی مقدمہ میں مدعی یا مدعا علیہ بن کر عدالتوں میں جانا پڑا ہو۔ سرکاری مقررہ اخراجات کے علاوہ کہ وہ بھی بہت بھاری اور امیر سے امیر آدمی کی کمر توڑ دینے کے لئے کافی ہوتے ہیں۔ بات بات پر روپیہ خرچ کرنا پڑتا ہے۔ اور ایک معمولی سی رقم وصول کرنے کے لئے جب تک اس سے دوگنی تگنی رقم صرف نہ کی جائے۔ اور اپنے دوسرے کاموں کا ہرج کر کے عرصہ تک کچہریوں کی خاک نہ چھانی جائے۔ اس وقت تک کامیابی نہیں ہوتی۔ لیکن یہ بھی ضروری نہیں۔ کہ ہر مدعی کو کامیابی حاصل ہو۔ اور جس رقم یا جائداد کے حصول کے لئے اس نے مقدمہ کیا وہ اسے مل جائے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ گھر کی پونجی کے علاوہ زمین اور مکان تک فروخت کر کے بھی کچھ حاصل نہیں ہوتا اور سوائے رونے دھونے کے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

لیکن تعجب اور حیرانی کی بات ہے۔ کہ ہر شہر۔ ہر قصبہ اور ہر دیہہ میں ایک دو نہیں۔ بلکہ کئی کئی ایسی مثالیں موجود ہیں۔ جو مقدمہ بازی کی مصیبت کی عبرتناک تصویریں ہیں۔ مگر لوگ ان سے سبق حاصل نہیں کرتے۔ اور روز بروز مقدمہ بازی میں اضافہ کر رہے ہیں۔ اور انتہائی رنج و صدمہ کی بات یہ ہے۔ کہ ایسا کرنے والے مسلمان ہیں۔ اور خاص کر دیہاتی مسلمان۔

جماعت احمدیہ پر خدا تعالٰے کے فضلوں میں سے ایک یہ بھی فضل ہے۔ کہ اس کے لین دین کے تنازعات سوائے کسی خاص مجبوری کے اپنے طور پر تصفیہ پاتے ہیں۔ اور احمدی بہت حد تک کچہریوں کی ذلیل کن تکلیفوں اور تباہ کن اخراجات سے محفوظ رہتے ہیں۔ یہ ایک سلک میں منسلک ہونے اور ایک ہاتھ پر جمع ہونے کی برکت ہے۔ جماعتوں اور قوموں کا نظام سوائے اس کے قائم نہیں ہو سکتا۔ تاہم دوسرے مسلمانوں کو کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ دیوانی عدالتوں میں جا کر تباہ و برباد ہونے کی بجائے ثالثوں کے ذریعہ اپنے مقدمات طے کرایا کریں۔ اور اس طرح مقدمہ بازی کی اس مصیبت سے جس میں وہ مبتلا ہیں۔ بچنے کی کوشش کریں۔ ورنہ یاد رکھیں۔ مقدمہ بازوں کا جو انجام ان کے سامنے ہے۔ وہی ہر اس شخص کا ہوگا۔ جو اس گڑھے میں گریگا۔

فسادات ملک پور کا فیصلہ

گذشتہ عید اضحےٰ کے موقعہ پر ملک پور ضلع انبالہ کے مسلمانوں کو گائے کی قربانی سے روکنے کے لئے اردگرد کے سکھوں نے کثیر تعداد میں جمع ہو کر جو یورش کی تھی۔ وہ نہایت ہی خطرناک تھی گاؤں کے اردگرد سکھوں نے جو کرپانوں وغیرہ سے مسلح تھے۔ ڈیرے ڈال دئے۔ اور سرکاری حکام کے بار بار تنبیہ کرنے کے باوجود زور قربانی کو روکنے پر اڑے رہے۔ جب خطرہ حد سے بڑھ گیا۔ تو حکام کو گولی چلانی پڑی۔ اور پھر چند لوگوں پر مقدمہ چلایا گیا۔ جس کا حال میں سیشن جج سے یہ فیصلہ ہوا ہے۔ کہ ایک سکھ کو جو فساد کا سبب بنا سرغنہ تھا۔ پھانسی کی سزا دی گئی۔ اور باقی نو کو عبور دریائے شور کا حکم دیا گیا۔

کچھ مسلمان بھی ملزم تھے۔ سیشن جج نے انہیں تین سے ایک سال تک قید کی سزا دی۔

سکھوں کی نسبت مسلمانوں کے زیادہ آدمیوں کو سزا ہوئی ہے حالانکہ ان پر حملہ کیا گیا تھا۔ اور انہیں اپنا بچاؤ کرنے کے لئے مقابلہ کرنا پڑا۔ سکھوں کے اتنے بڑے اور ایسے خطرناک مجمع میں سے جس نے حکام کے احکام کی بھی کوئی پرواہ نہ کی۔ صرف نو دس آدمیوں کا سزا پانا قابل تعجب بات ہے۔ اور ممکن ہے۔ آئندہ کے لئے ایسے حادثہ کو روکنے کے لئے یہ کافی طور پر مؤثر نہ ہو سکے۔

نہرو کمیٹی کی رپورٹ اور اچھوت

نہرو کمیٹی کے پیش نظر ایک نہایت اہم اور جلیل القدر مقصد تھا۔ یعنی ہندوستان کے آئندہ دستور حکومت کی ترتیب و تدوین۔ اس لئے اس سے توقع کی جاتی تھی۔ کہ وہ ہر قسم کے تعصبات اور تنفرات سے بلند و بالا رہ کر ایک ایسی شاہراہ تجویز کرے گی۔ جو جملہ قوم ہند کو مطمئن کر کے ان کے قلوب میں حصول آزادی کے لئے جد و جہد کرنے کی تحریص و ترغیب کا موجب ہو سکے۔ مگر ہندوستان کی بدقسمتی سے اس اہم مجلس نے بھی ہندو نوازی کو دیگر سب امور سے مقدم سمجھا جس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ ہندوستان کی اقلیتیں آئندہ نظام حکومت میں اپنی پوزیشن معلوم کر کے سخت مشوش ہو رہی ہیں۔ اور خاصکر بدنصیب اچھوتوں کی پامالی میں تو کسر ہی نہیں رہنے دی۔

کمیٹی نے صاف طور پر اس امر کا اقرار کیا ہے۔ کہ "اچھوت اقوام کے ساتھ بدسلوکی کی ذمہ داری ہندوؤں پر عائد ہوتی ہے"

مگر بایں ہمہ اچھوتوں کو انہی ہندوؤں کے رحم پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ اور اس کا کوئی انتظام نہیں کیا۔ کہ آئندہ وہ ان مظالم سے محفوظ و مصئون رہ سکیں۔ محض طفل تسلی کے طور پر اس قدر کہا گیا ہے۔

"سب قوموں کو پبلک راستوں۔ کنوؤں اور دوسرے پبلک مقامات کے استعمال کا یکساں حق ہے۔ اور کسی سرکاری مدرسہ میں کسی قوم کے داخلے کے لئے کوئی قید نہ ہوگی"

لیکن سوال یہ ہے۔ کہ اگر ہندو ان باتوں کو تسلیم بھی کر لیں جس کی امید نہیں۔ تو کیا اس طرح کسی اچھوت کو ہندوؤں میں وہی رتبہ اور درجہ حاصل ہو جائیگا۔ جو دیگر اعلےٰ ذاتوں کے افراد کو حاصل ہے اور وہ مساوی حقوق حاصل کر سکیں گے۔ ہرگز نہیں۔

اس کا بہترین طریقہ یہی تھا۔ کہ اچھوتوں کو ہندو قوم سے بالکل علیحدہ ایک مستقل قوم تسلیم کر کے حکومت کے جملہ ادارت میں ان کی باقاعدہ نمائندگی کا انتظام کیا جاتا۔ مگر افسوس۔ کہ اس امر کو بالکل نظر انداز کر کے ان کو پھر ہندوؤں کے رحم پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ جس کے خلاف ان اقوام کے لیڈروں کو پُر زور آواز اٹھانی چاہیئے ٭

سائمن کمیشن سے تعاون

ہندوستانیوں کا عموماً اور مسلمانوں کا خصوصاً فائدہ اسی میں ہے۔ کہ سائمن کمیشن سے تعاون کیا جائے۔ اور یہ امر موجب مسرت ہے۔ کہ صوبجات پنجاب۔ بنگال۔ برما۔ بمبئی۔ آسام۔ اور بہار و اڑیسہ کی کونسلوں نے کمیشن سے تعاون کرنے کے لئے کمیٹیوں کا تقرر کر دیا ہے۔ اب صرف مدراس۔ یو۔ پی اور سی۔ پی باقی ہیں۔ اور ان صوبوں کی بہتری بھی اسی میں ہے۔ کہ دیگر صوبجات کے تتبع میں تعاون کی قرارداد منظور کر دیں ٭

ان تینوں صوبجات میں اسلامی آبادی چونکہ بہت قلیل ہے۔ اس لئے اگر ہندو تعاون پر رضامند نہ بھی ہوں۔ تو اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے نہایت ضروری ہے۔ کہ مسلمان علیحدہ طور پر کمیشن کے سامنے اپنے مطالبات پیش کرنے کا بہتر سے بہتر انتظام کریں ٭

پنجاب کانگریس کمیٹی اور مسلمان

آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے اجلاس منعقدہ مدراس میں اس سے قبل یہ فیصلہ ہو چکا ہے۔ کہ ہر صوبہ میں مختلف اقوام کے لئے نشستوں کی تعداد مخصوص کر دی جائے۔ لیکن نہرو کمیٹی نے اپنے مجوزہ دستور میں اس قسم کی کوئی تخصیص نہیں کی۔ اور اس طرح صاف ظاہر ہے۔ کہ کانگریس کمیٹی کے فیصلے سے انحراف کیا ہے۔ لیکن پنجاب کانگریس کمیٹی نے اپنے ایک جلسہ میں ایک قرارداد کے ذریعہ نہرو کمیٹی کو اس بنا پر مبارکباد کا پیغام ارسال کیا ہے۔ کہ اس نے نشستوں کا تعین نہیں کیا۔ حالانکہ کانگریس کی ایک شاخ ہونے کی حیثیت سے پنجاب کانگریس کمیٹی کا فرض تھا۔ کہ نہرو کمیٹی کو آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے متفقہ فیصلہ سے روگردانی پر متنبہ کرتی۔ لیکن چونکہ نہرو کمیٹی کا یہ فیصلہ مسلمانوں کے لئے ضرر رسان اور ہندوؤں کے لئے فائدہ بخش ہے۔ اس لئے پنجاب کانگریس کمیٹی نے اسے مبارکباد بھیجنا ہی مناسب خیال کیا۔ پنجاب کانگریس کمیٹی کا ہندو مفاد کی خاطر آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے فیصلہ سے علانیہ انحراف اس کی ہندو نوازی کا بین ثبوت ہے ٭

اشارات

بمبئی میں ایک ۱۳ سالہ لڑکے کی ٹانگ موٹر کے اتفاقیہ حادثہ سے زخمی ہو گئی۔ جسے کاٹنا پڑا۔ اس وجہ سے مالک موٹر پر جو اس وقت موٹر پر سوار تھا۔ ہرجانہ کی نالش دائر کی گئی۔ آخر فریقین میں چالیس ہزار کی رقم پر تصفیہ ہو گیا۔ جو مالک موٹر نے مدعی کو دینا منظور کر لی۔ اور جج نے اس کے مطابق فیصلہ کر دیا۔ گویا ایک ٹانگ کی قیمت چالیس ہزار روپیہ پڑی ٭

انہی دنوں راولپنڈی میں ایک قتل کے مقدمہ کا فیصلہ ہوا جس میں سشن جج نے ملزم کو مجرم قرار دیتے ہوئے چار ماہ قید اور پانچ سَو روپیہ جرمانہ کی سزا دی۔ چار ماہ کی قید تو سرکاری "گیسٹ ہوس" میں گذرے گی۔ البتہ پانچسَو روپیہ مقتول کے وارثوں کو دلایا جائیگا۔ جو ایک جان کی قیمت سمجھنی چاہیئے۔

اب سوال یہ ہے۔ کہ ایک جان کی اتنی تھوڑی اور ایک ٹانگ کی اتنی زیادہ قیمت کیوں پڑی۔ کہ ایک ٹانگ اسی جانوں کے برابر ٹھیری۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ جان ایک گورے کے ہاتھوں ضائع ہوئی۔ اور ٹانگ ایک ہندوستانی کی موٹر کے ذریعہ ٹوٹی۔ اگر ایک گورے اور کالے میں اتنا بھی امتیاز نہ ہو۔ تو کیونکر ظاہر ہو۔ کہ گورے ہندوستان کے حاکم اور ہندوستانی ان کے غلام ہیں ٭

گورے حاکم اور کالے محکوم کا تفاوت تو ظاہر ہو گیا لیکن کالے غلاموں کے ایک کثیر حصہ نے جن کو اپنا غلام بنا رکھا ہے۔ ان سے وہ جیسا سلوک کرتے ہیں۔ اس کی بھی ایک مثال سُن لیجئے۔ ۲۵۔ اگست کا اخبار "تیج" لکھتا ہے۔ ۱۹۲۲ء تک بوندی کے برڈ علاقہ میں دلدی جاتی کے اچھوت کہلانے والے انسان گیہوں نہ کھا سکتے تھے۔ ۱۹۲۳ء کے ماہ فروری میں جے پور ریاست کے مقام مکت گڑھ میں ایک چمارن اس لئے کاٹھ میں بٹھلا دی گئی۔ کہ اس نے پاؤں میں چاندی کے زیور پہن لئے تھے

اب غالباً پہلے کی طرح یہ پابندیاں تو نہیں رہی ہونگی لیکن یہ بات ابھی تک جاری ہے۔ کہ علاقہ جودھپور میں اچھوت اقوام کے لئے حلوا کھانا جرم ہے۔ پچھلے دنوں ایک نیچ قوم نے جس کا نام "سرگرے" ہے۔ ایک گاؤں میں اس خیال سے حلوا بنانے کی جرأت کی۔ کہ میدہ وغیرہ مالک دیہہ کی دوکان سے ان کو قیمتاً حاصل ہو گیا۔ لیکن جب حلوا تیار کر چکے۔ تو بالفاظ تیج "ٹھیک اسی وقت جنڈاول کے کنور صاحب نے مذکورہ سرگروں کو کہلا بھیجا۔ کہ تم لوگ حلوا نہیں کھا سکتے۔ کیونکہ تم لوگوں کی جاتی نیچ ہے"۔

آخر بعض جی حضوریوں نے دَوڑ دھوپ کے بعد یہ طے کیا۔ کہ دو سَو روپیہ کنور صاحب کے ہاں نذرانہ دیکر سرگرے حلوہ کھا سکتے ہیں۔" لیکن اتنا مہنگا حلوا کھانے کے لئے وہ تیار نہ ہوئے۔ بلکہ تنگ آمد بجنگ آمد کے مطابق جب وہ اس بات پر آمادہ ہو گئے۔ کہ اس بنا پر عدالت میں نالش کر کے حلوا کی لاگت وصول کریں۔ کہ اگر انھیں حلوا کھانے کی اجازت نہ تھی تو کنور صاحب کے "کوٹھے" سے ان کو میدہ وغیرہ کیوں مل دیا گیا۔ تو انھیں حلوا کھانے کی اجازت مل گئی۔ البتہ حلوا بنانے والے نائی اور شکر بیچنے والے بنئے پر کنور صاحب نے بیس بیس روپے جرمانہ کر دیا ٭

جس ملک میں ایسے لوگ موجود ہوں۔ جو دوسروں کو اپنی محنت و مشقت کی کمائی سے بھی کوئی چیز حاصل کر کے نہ کھانے دیں۔ ان پر اور ان کی وجہ سے اس ملک کے باقی باشندوں پر ایسے لوگ مسلط نہ ہوں۔ جیسے کہ ہیں تو اور کیا ہو ٭

ہندوستان کی حکومت اپنے ہاتھوں میں لینے کے خواہشمند جب تک خدا کی اس کئی کروڑ مخلوق کو جسے اچھوت کہا جاتا ہے۔ ہندوؤں کے ظلم و ستم سے نجات نہ دلائینگے۔ اس وقت تک وہ خود بھی محکومیت کی بیڑیوں سے آزادی نہیں حاصل کر سکتے

پیغام صلح کا "آخری ہی نمبر" شائع ہو گیا۔ لیکن ہمیں تا دم تحریر نہیں پہونچا۔ حالانکہ صرف "ایک کارڈ" لکھ دینے والوں کو اور غالباً بہت سے "ایک کارڈ" بھی نہ لکھنے والوں کو مفت پہنچ چکا ہے۔ ہمیں تو اخبار کے تبادلہ میں بھیجنا ان کا فرض تھا۔ یہ نمبر کیسا ہے۔ اور اس کے متعلق پیغام اور خود امیر پیغام نے جو وعدے کئے۔ وہ کہاں تک ایفا کئے گئے ہیں۔ اس کا پتہ اس نمبر کو ایک نظر دیکھنے سے ہی لگ سکتا ہے۔ اور اسی لئے پیغام کو لکھنا پڑا ہے۔ جس چیز کی لوگوں کو توقع دلائی گئی تھی۔ وہ حسب دلخواہ ان کی خدمت میں پیش نہیں کی جا سکی" اور نقصادیہ کے چار چاند جن کے طلوع ہونے کی خبر ۲۰ اگست کے پیغام میں ایک بار پھر دی گئی تھی۔ ان کا تو کہیں پتہ ہی نہیں لگتا ٭

اسے پیغام اور اس کے امیر کی دھوکہ دہی کہا جائے۔ یا چالاکی۔

120

سوراج کی غرض ہندو راج ہے

سوراج کا خیال

جب سے انگریزی حکومت کا استقلال شمالی ہند میں ہوا ہے۔ اس وقت سے سوراج کا خیال پیدا ہوا ہے۔ کانگریس کی ابتداء گویا پہلا اجتماعی قدم تھا۔ جس نے ہندوستان کی محکوم قوموں کے دل میں یہ خیال پیدا کیا۔ اور ایک سبز باغ امیدوں کا نظروں کے سامنے لگا کر کھڑا کر دیا۔ انسان کی سرشت میں یہ بات داخل ہے۔ کہ برسوں کے آرام دم بھر کی تکلیف میں بھول جاتا ہے۔ اور دم بھر کے آرام میں برسوں کی تکالیف آنکھ کے سامنے سے ہٹ جاتی ہیں۔ غدر ۱۸۵۷ء کے بعد جو تکالیف مسلمانوں کو برداشت کرنا پڑیں۔ وہ مقرریں جادو بیان نے قومی حکومت کا خاکہ کھینچکر پھر تر و تازہ کر دیں۔ اور آزادی کا خیال انگلستان کی حکومت کی مثال نے جو اب ہندوستان پر حکمران ہے ایسا گہرا دماغ میں بٹھایا۔ کہ ڈاکٹر سر سید احمد خاں صاحب جیسا انسان بھی اس دھوکے میں آ گیا۔ مگر سر جان اسٹریچی نے انہیں بتایا۔ کہ اگر قومی حکومت ہندوستان میں ان طریقوں سے قائم ہو جیسے کہ کناڈا وغیرہ کو دی گئی ہے۔ تو پھر انتخاب سے ملک کے نمائندے چنے جائیں گے۔ آپ کی قوم قلیل التعداد ہے۔ اور پھر تعلیم میں نہایت پیچھے پڑی ہوئی ہے۔ آپ کو کیا ملیگا۔ اگر آپ کو جداگانہ انتخاب بھی مل جائے۔ تو مٹھی بھر نالائق آدمی کونسلوں میں جا کر کیا تیر مار لینگے۔ اول تعداد کم پھر قوم غیر تعلیم یافتہ ہے۔ وہ ان طریقوں اور طرز انتخاب اور قواعد حکومت عامہ سے ناواقف ہے جن سے یورپ کو کام لینا پڑتا ہے۔ لیکن ہندو قوم تعلیم میں آپ سے بہت آگے ہے۔ اور وہ ان تمام امور سے واقف ہو چکے ہیں۔ اس لئے یہ محض دھوکا ہے۔ کہ آپ کو کچھ ملے گا۔ پس پہلے اپنی قوم کو تعلیم سے بہرہ ور کیجئے۔ اور پھر اس میدان میں قدم رکھئے۔

مسلمان اور تعلیم

بات نہایت صاف تھی۔ آج بھی باوجود تعلیم کے فرق دونوں میں اسی قدر ہے۔ جس قدر پہلے تھا۔ مسلمانوں میں تعلیم یافتہ کچھ ہو گئے ہیں۔ مگر نسبتاً باعتبار آبادی بہت کم ہیں۔ اور جو ہیں ان کے دل و دماغ کیا دوران تعلیم میں اور کیا بعد تعلیم فکر معیشت سے لبریز ہیں۔ اور دوسرے خیالات صرف آندھی کے بادلوں کی طرح ان کے دماغ پر سے گذر جاتے ہیں۔ اگر دو چار بوندیں گرا بھی گئے تو اس سے وہ سوز دماغ کب بجھ سکتا ہے۔ جو آتش کدہ کی طرح روشن ہو رہا ہو۔ پس سر سید نے علی گڑھ کالج کی بنیاد رکھی۔ اور دل و جان سے اس کے پیچھے پڑ گئے۔ اس میں شک نہیں کہ تعلیمی کوششیں اُن کی بارآور ہوئیں۔ اور گورنمنٹ نے ان کی بہت مدد کی۔ اس وقت ہمارے مسلمان مدعیان علم سیاست اس کو انگریزوں کی چال کہتے ہیں۔ کہ انہوں نے ہندوؤں کے مقابلہ کے لئے ایک قوم تیار کرنے کے لئے مسلمانوں کو آگے بڑھایا۔ یہی سہی۔ مگر آگے بڑھانے میں تو شک نہیں۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے۔ کہ اولاد باپ کے مقابلہ میں آ کر کہے۔ کہ ہم اپنی پیدائش میں آپ کے کیوں شکر گذار ہوں۔ آپ نے نفسانی خواہشات کے لئے شادی کی اور حظ زندگی اٹھایا۔ ہم کہتے ہیں۔ چلو یونہی سہی۔ مگر اے اعلیٰ دماغ والو تم کو تو بہرحال وجود میں لانے کا سبب ہو گئی۔ تمہاری ہستی کو تو بہرحال رہین منت ہونے کا موقعہ دیا۔ پھر اس پر پرورش کے افکار و جانگدازیاں۔ اچھا یہی سہی کہ تم بڑے ہو کر کما کر کھلاؤ گے۔ مگر تم کو بڑا کرنے میں تو دن رات ایک کر دیا۔ گورنمنٹ پر بھی تمہاری بدگمانی درست۔ لیکن اس میں کچھ شک ہے کہ تمہاری تعلیم و تربیت خواہ تمہاری کمائی کھانے کے لئے ہی سہی۔ تمہاری کمائی کرنے کی قابلیت پیدا کرنے میں باپ کا کام تو کرتی رہی۔ برے سے برے پہلو کو مدنظر رکھکر بھی شکر گذاری کا موقعہ تھا اور ہے۔ "لان شکرتم لازیدنکم"۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔ شکوے اور طعنے دیکر کسی سے کام دل حاصل کرنا محال ہے۔

بقول غالب ؎

نکالا چاہتا ہے کام کیا طعنوں سے تو غالب
ترے بے مہر کہنے سے وہ تجھ پر مہرباں کیوں ہو

مسلمان اور ان کے لیڈر

سر سید نے کانگریس کی مخالفت کر کے عرصہ دراز تک اپنی قوم کے حقوق کی نگہداشت کی۔ اور ساتھ ہی قابل لوگ پیدا کرنے کی دھن میں لگے رہے۔ آج مسلمانوں میں جو بروئے کار ریاست آ رہے ہیں۔ ان میں اکثر علی گڑھ کالج کے تعلیم یافتہ ہیں۔ پس جو تعلیم یافتہ ہمارے سیاست دان ہیں ان کو ایسی قوم سے سابقہ نہیں ہے۔ جو مرور زمانہ سے سبق یافتہ ہو۔ اور سرد و گرم زمانہ چکھ چکی ہو۔ بلکہ مسلمان لیڈروں کو ایسے لوگوں سے سابقہ ہے کہ وہ دم بھر میں مشتعل ہو جاتے ہیں۔ اور آپے سے باہر نکل جاتے ہیں۔ جوش کی حالت میں سابقہ خدمات پر نظر نہ کر کے خود لیڈروں کی بخیہ دری میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ آج تعریف کرتے ہیں۔ تو کل شدت سے مذمت کرتے ہیں۔ آج کاندھوں پر اٹھا کر جلوس نکالتے ہیں۔ تو کل گدھے پر سوار کرنے میں تامل نہیں ہوتا۔ سر ہائنس آغا خاں کے ساتھ یہی سلوک ہوا۔ سر علی امام کے ساتھ یہی ہوا۔ مظہر الحق صاحب۔ شوکت علی صاحب۔ محمد علی صاحب۔ وزیر حسن صاحب۔ جناح صاحب وغیرہ وغیرہ سب اپنی اپنی باری محبوب قوم اور مردود قوم بن چکے ہیں۔

سوراج کا جال

پھر لیڈروں میں بھی خامیاں کئی قسم کی نظر آتی ہیں۔ اپنی اپنی پارٹی بنانا سب سے پہلے مدنظر رہتا ہے۔ اس کے بعد قومی مفاد۔ خلافت کمیٹی اور تنظیم کے مچیتے ہم دیکھ چکے ہیں۔ پس مسلمانوں کے اپنے گھر کے اندر ایک کہرام مچا ہوا ہے۔ پھر مقابلہ ایک ایسی قوم سے ہے۔ جو وطن کے اندر رہکر ہم سے استقامت میں زیادہ دولت میں زیادہ۔ حکومت میں زیادہ۔ تعلیم و تربیت میں زیادہ حکومت کی قابلیت میں بھی زیادہ۔ داؤں پیچ میں زیادہ۔ اکھاڑوں کی زمینیں ناپتے ناپتے جسے بارہ سو سال ہو چکے ہیں۔ پس اس کا دم بڑھا ہوا ہے۔ گھنٹے دو گھنٹے اگر وہ نیچے بھی پڑی رہے۔ تو تیسرے گھنٹے یقیناً اوپر والے کا دم توڑ کر اوپر آ جاتی ہے۔ اور حریف کو چاروں شانے چت گراتی ہے۔ پس ان کے پاس جو دام فریب ہے۔ وہ سوراج ہی ہے۔ اگر اس کی حقیقت واقعی سوراج ہی ہوتی۔ تو ہمیں پھر بھی تسلی تھی۔ ہم آج نالائق ہیں کل لائق ثابت کرنے پر ہمیں سینہ سے لگا لیا جائے گا۔ لیکن ؎

مرنا مرا اگر نہیں۔ آسان تو سہل ہے
دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہیں

مسلمانوں کو کچلنے کی کوشش

ہم جس قدر قابل ہوتے جائیں گے اسی قدر زیادہ ہمارے کچلنے کی تدبیریں پختہ اور بار آور ہو رہی ہیں۔ اور ہوں گی۔ طفل تسلی کے لئے لکھنؤ پیکٹ بنانہ چلا۔ دہلی پیکٹ بنانہ چلا۔ وائسرائے کے خوش کرنے کے لئے کہ باہمی صلح سے ہندو مسلمان رہیں۔ شملہ سے بانگ درا اٹھی۔ مگر بانگ مرغ بے ہنگام سے زیادہ اس کی وقعت نہ تھی۔ پنڈت مالویہ جی اور ڈاکٹر پنر تگ جی اور میاں شعیب قریشی جی نے مل کر ایک مسودہ تیار کیا۔ اور اعلان ہوا پھر کشاکش لیڈری ہوئی۔ آخر جہاسبھا جو ہندو قوم کی کثرت کی تصویر ہے۔ بازی جیت گئی۔ کانگریسی لیڈر منہ دیکھتے رہ گئے۔ حالانکہ وہ شکر پیراہن کونین کھلانے کے عادی ہیں۔ مگر ان کے سامنے کڑوے گھونٹ سب کو پینا پڑے اور وہ سوالات جو اتحاد قومی کے لئے ضروری تھے نہ حل ہونا تھے نہ ہوئے۔ وزرات کی سر پھٹول جو جاری تھی وہ کانگریس کے فیصلہ مدراس سے بھی نہ رکی۔ کلکتہ کی مسلم لیگ نے بھی کچھ ڈھیلہ اور کوئی لیڈر سوختہ کی مہم میں یٰسین خاں صاحب غریب کا شریک کار نہ ہوا۔ جو گئے وہ چھا نکتے دیکر چلے آئے۔ ادھر اخبارمیں آگ آرٹیکل کھینچ مارا۔ مسلمانوں کا خون بہایا جا رہا ہے۔ روپیہ برباد کرایا جا رہا ہے۔ مقدمات میں تباہ کرایا جا رہا ہے۔ ادھر ان کے پیچھے ان کی لڑکی بچوں کو مرتد ہونے پر مجبور کرایا جا رہا ہے۔ مگر لیڈر بدل کی بلا دو تو یہ گوشہ عافیت سے نکلتے ہیں۔ تو صرف دعوتیں کھانے استقبال کرانے یا اپنے چندے جمع کرنے کے لئے لیکن قوم کی حقیقی تباہی پر نہ ان کی نظر نہ ان کے پاس علاج۔

ہندو لیڈر اور مسلمان

بھلا ہندو لیڈروں کو کیا غرض ہے

کہ وہ ایسے معاملہ میں دخل دیں۔ اور اگر کبھی دخل دیا تو مسلمانوں کے خلاف فیصلہ تیار ہے۔ پرنس آف ویلز کے آنے پر بمبئے میں بائیکاٹ کیا گیا۔ استقبالیوں کو روکا گیا۔ گولیاں چلیں۔ مرے ہندو زیادہ پکڑے ہندو زیادہ گئے۔ تعداد ہندوؤں کی زیادہ مگر گاندھی جی کا فیصلہ تھا۔ کہ مسلمانوں نے شرارت کی۔ اور مجھے اس کا افسوس ہے۔ کوہاٹ میں مسلمانوں پر زیادتی ہوئی۔ اور بے قصور بھی تھے۔ شوکت علی صاحب اپنی آنکھوں سے دیکھ آئے اور فیصلہ دیا۔ کہ ہندوؤں کی زیادتی تھی۔ لیکن گاندھی جی کے فیصلہ کی عزت کو ان کی مخالفت کیا توڑ سکتی تھی۔ انہیں کے بھائی محمد علی صاحب نے مسلم کی حیثیت سے گاندھی جی کی مشرکانہ پوزیشن کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک گنہ گار مسلم کو ابر ترجیح دی تھی۔ پس السد دے بندہ لے۔ ہندو پریس نے اس قدر غل مچایا۔ اور اس قدر تنگ کیا۔ کہ مولانا کو چھٹی کا دودھ یاد آگیا ہوگا۔ اور باوجود اس کے انہوں نے تشریحات کیں۔ مگر کون سنتا۔ ہندو پریس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ نہ کسی لیڈر نے زور سے پریس کو دبایا اور نفریں کی۔

مار کھانے والے مسلمانوں کی حالت

پس ہندو قوم نہایت ہوشیار۔ سمجھدار منتظم۔ تجربہ کار۔ مالدار اور موقعہ شناس قوم ہے۔ ایک حصہ اس کا مسلمانوں کو اچھی طرح مار رہا ہے۔ اور پھر چیخ پکار کر کے مظلوم بن جاتا ہے۔ ذرا ذرا سی خراشیں ہوں۔ تو ہفتوں ہسپتالوں میں لیٹنا پسند کرتے ہیں۔ اور شور مچاتے رہتے ہیں۔ فلاں مسلمان نے مار دیا۔ اور فلاں نے ہمیں پٹوایا۔ مسلمان احمق ضرب شدید کھا کر بھی ہندو ڈاکٹروں اور کمپونڈروں کے نقرے میں آجاتے ہیں۔ اول تو پٹنے کا اقرار کرتے ہوئے انہیں شرم آتی ہے۔ اور کہیں بھی تو کسی کے سامنے۔ لاچار ہو کر لیٹنے کو عیب سمجھتے ہیں۔ موقعہ پر سچ بھی نہ بول سکیں۔ یوں گپیں دن بھر ہانکتے رہیں۔ کسی ڈاکٹر نے پوچھا کہ آپ کو کس نے مارا۔ تو فوراً منہ سے یہی نکلتا ہے کہ جی ہمنے مجمع میں پہچانا نہیں۔ کہ کون تھے۔ سوائے اس کے کہ ایک دو صورتوں میں شناخت کیا ہو اس سوال پر کہ یہاں رہو گے۔ یا گھر جاؤ گے۔ فوراً گھر آنا پسند کرتے ہیں۔ پس ہسپتالوں میں مظلوم قوم وہی نظر آتی ہے۔ جس کے زخمی زیادہ ہوں۔ بیان بھی سچا انہیں کا ہوتا ہے۔ جن کو پہلے ہی سے ہر محلہ میں مسلمان جوشیلے اور قومی کاموں میں نمایاں حصہ لینے والے لوگوں کے نام ازبر ہوتے ہیں۔ فوراً دو چار کا نام مارنے میں دو چار سرکردہ لوگوں کا نام اشتعال دلوانے میں رپورٹ درج کرا دی۔ گواہ تو راستہ چلتے جس قدر چاہے مالدار اور کثیر التعداد قوم پیدا کر سکتی ہے۔ پھر جس قوم کی کثرت حکومت میں ہو۔ اسے علاوہ اخلاقی امداد کے ہر قسم کی امداد ملتی رہتی ہے۔ مسلمان جاہل لے دے کے پولیس میں کچھ نظر آتے تھے۔ وہ بھی پنجاب کے بلووں میں نکال دئے گئے

پس مسلمان قوم غنڈے اور ان کے لیڈر ووٹ حاصل کرنے کے لالچ میں ان کے طرفدار کہلاتے ہیں۔ اور مسلمان ایسے الزام سنتے ہیں۔ اور رد نہیں کر سکتے۔ کیونکہ گھروں میں فاقے ہوتے ہیں۔ اس قدر روپیہ کہاں سے لائیں۔ کہ وبنگ ہندو منفررین کے مقابلہ میں گورنمنٹ پر اثر ڈال سکیں۔ پس ذرا دیکھئے تو سہی۔ ایک طرف ایسی قوم دوسری طرف ایسے مدمقابل جیسے مسلمان۔ پھر بھلا کونسی صورت ہے۔ کہ یہ کسی راج میں بھی ان کا مقابلہ کر سکیں۔ سوراج کا تو ذکر ہی فضول ہے۔ اگر لے دیکے سب اچھے برے خائن اور رشوت خوار (کیونکہ ان الزاموں سے شائد ہی کوئی بچا ہو۔) لیڈر ملا کر دو درجن بھی نکل آئے۔ تو وہ ہزاروں لاکھوں اعلیٰ تعلیم یافتہ تجربہ کار ہندو قوم کے سرکردہ لوگوں کا کیا مقابلہ کر سکتے ہیں۔

اسمبلی اور کونسلوں کے مسلمان ممبر

اسمبلی اور کونسلوں میں جا بیٹھے۔ اور اپنی قوم کے لیڈروں کا مقابلہ ہندو قوم کے سیاست دان اصحاب سے کیجیئے گا۔ اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ جادو بیان منفررین کے مقابلہ میں چند گونگے طوطے بیٹھے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور جو کچھ بول سکتے ہیں۔ تو وہ بھی ایسا نہیں۔ کہ کوئی بڑی وقعت ہو سلے دیکے اسمبلی میں ہمیں مسٹر جناح نظر آئے باقی اللہ کا نام (وہ بھی افسوس ہے۔ کہ نہ مسلمانوں کے دل میں نہ زبان پر)

ہندو ذہنیت

پس دیکھنا اب یہ ہے۔ کہ سوراج سے کیا ہندوستان کی مخلوط قوم کی کامیابی مراد ہے۔ اور ہو سکتی ہے۔ یا ہندو راج مراد ہے۔ اور وہی ہو سکتا ہے۔ ایسا لمبا خاکہ حالات پیش آمدہ کا دکھا کر اس سوال کا حل بہت مختصر ہے۔ اگر ہندوؤں کی نیت بخیر بھی ہو۔ اور واقعی وہ ہندوستان کے تمام لوگوں کا بھلا چاہتے بھی ہوں تو بھی مسلمان اپنی نالائقی کے سبب سے سوراج میں کچھ حاصل نہیں کر سکتے۔ جب تک ملک میں قابل آدمی ملیں گے۔ وہ برسر حکومت ہوں گے۔ انتخابی گورنمنٹوں میں مخلوط انتخاب میں کثیر التعداد قوم کے مقابلہ میں اقلیت کے لئے کوئی جگہ نہیں ہو سکتی۔ آج اگر یہ مسئلہ اس حد تک مان لیا جائے کہ جگہیں مسلمانوں کو مقرر کر دی جائیں۔ اور سکھوں اور عیسائیوں کی تو موخر الذکر لڑکر بھی ہندو قوم سے اپنی جگہ حاصل کر لیں گے۔ کیونکہ ان میں تنظیم ہے۔ اور باوجود نہایت حقیر تعداد کے وہ اپنی نسبت کو قائم رکھنے کے اہل ہیں۔ لیکن مسلمان باوجود بڑی اور اہم اقلیت کے اپنی نسبت کو اپنی طوائف الملوکی کے سبب قائم نہیں رکھ سکتے۔ پس ان کے لئے سوراج ہندو ہی راج ہوگا۔ لیکن اگر یہ بلوے اور فساد دیکھ کر کوئی اندازہ ہندو ذہنیت کا ہو سکتا ہے۔ تو یہی ہو سکتا ہے۔ کہ یہ قوم اپنے حریفوں کو تباہ کر کے ملک پر خالص قبضہ چاہتی ہے۔ ممکن ہے کہ ہمیں کوئی غلطی لگی ہو۔ یا ہم کو صحیح حالات معلوم نہ ہوں۔ لیکن جو واقعات سامنے آرہے ہیں۔ اسمیں بلوہ آرا فریق تو روز روشن کی طرح سب کو معلوم ہیں۔ ان کے لیڈر مثلاً ڈاکٹر مونجے صاحب۔ پنڈت مالویہ صاحب۔ لالہ لاجپت رائے صاحب۔ ڈاکٹر نیرنگ صاحب۔ راجہ نریندر ناتھ صاحب وغیرہ وغیرہ سب کو معلوم ہیں۔ کہ ان کی تقریریں اخبارات میں آتی رہتی ہیں۔ اور سنگھٹن اور مہا سبھا کے کارنامے عیاں راچہ بیاں کے مصداق ہیں۔ لیکن وہ لیڈر جو کانگریس کے دامن ہوا خواہی کے پروردہ سپوت تھے۔ اور ہیں۔ وہ ان بلووں میں کہاں کہاں پہنچکر حقیقت کو بے نقاب کرتے رہے ہیں؟ اس کا جواب کچھ نہیں ہے۔ تمام پریس نے سوفتہ کے معاملہ میں ہندو پبلک پر گولی چلانے کے خلاف آواز اٹھائی۔ مگر زبردستی گاؤکشی کو بند کرنے کے لئے جس قدر بے گناہ مسلمان مار دئے گئے۔ اس کا ووٹ آف کنڈولینس یا ووٹ آف سنسر کس کس سبھا نے پاس کیا ہے۔ اس کا کسی کو پتہ نہیں۔ پس نیتوں کی حقیقی گواہی تو خدا ہی دیگا۔ لیکن ہمیشہ جو نظر آرہا ہے۔ اسے دیکھکر کبھی یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ سوراج سے غرض سوائے ہندو راج کے کچھ اور بھی ہے۔ ورنہ اتحاد قومی کے لئے ضرور ایسی پختہ راہیں نکل سکتی ہیں۔ کہ سوراج کامیاب بنایا جا سکتا ہے۔ پنڈت موتی لال صاحب نہرو کے پیش کردہ مسودہ قانون سوراج پر دوسرے مضمون میں انشاء اللہ تعالےٰ پوری تنقید کی جائیگی۔

(گھر کا بھیدی)

احمدی اور خاتم النبیین

مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ساتھیوں کو معزز معاصر انقلاب کے حسب ذیل الفاظ مطالعہ کرنے چاہئیں جو اس نے اپنے تازہ پرچہ ۲۰ اگست میں لکھے ہیں۔ معاصر موصوف لکھتا ہے:-

"ہمارے نزدیک احمدیوں کو خاتم الانبیاء کے سخت دشمن اور اسلام کے شدید حریف کہہ دینا بھی پرلے درجہ کی ناانصافی اور غلط بیانی ہے۔ اگر آپ کو قادیانیوں سے اختلاف ہے۔ تو اسے ظاہر کیجئے لیکن اتنا سنگین الزام تو ان پر نہ لگائیے۔"

یہ ایک معزز اخبار کے باخبر اور قابل ایڈیٹر کے الفاظ ہیں۔ جسے عقائد میں ہمارے ساتھ اس سے بہت زیادہ اختلاف ہے۔ جس قدر مولوی محمد علی صاحب کو ہے۔ لیکن وہ اعتراف کر رہے ہیں۔ کہ قادیانی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن نہیں اور مولوی صاحب مع اپنے خاص ساتھیوں کے یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ ہم خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے منکر ہیں۔ اور سرور عالم کی تعریف و توصیف دنیا کو دھوکہ دینے کیلئے کرتا ہے۔

مولوی محمد علی صاحب اور ملک محمد امین صاحب کا جھگڑا

تھوڑا ہی عرصہ ہوا۔ مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت لاہور نے نہایت شد و مد سے یہ دعوے کیا تھا۔ کہ میں حضرت مسیح موعود کے نقش قدم پر چل رہا ہوں۔ اس دعوے کی حقیقت کے اظہار کے لئے الفضل مجریہ ۱۳ جولائی میں مولوی صاحب کے ایک ایسے مخلص ساتھی کی جس سے ان کو "محبت بزرگانہ" بھی ہے۔ شہادت درج کی گئی تھی۔ اور بتایا گیا تھا۔ کہ مولوی صاحب کے یہ محب صادق یعنی ملک محمد امین صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی آپ کی وسیع حوصلگی۔ بلند خیالی اور رواداری کی مدح سرائی یوں فرمایا کرتے ہیں:۔

"اسی طرح سے مولینا محمد علی صاحب نے مجھے روکنے کی کوشش کی۔ جس طرح موچی دروازہ کے باغ میں ہمارے مولانا کو موچی دروازہ کے لوگوں نے شور مچا کر لیکچر دینے سے روک دیا!"

اس مختصر سے فقرہ میں جو وسیع مطالب بیان کئے گئے ہیں خصوصاً موچی دروازہ اور موچی دروازہ کے لوگوں کی تشبیہ میں جو پتے کی باتیں پنہاں ہیں۔ ان سے کچھ وہی لوگ لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ جو اس کی اصلیت سے آگاہ ہوں۔ مگر معلوم ہوتا ہے۔ الفضل کی حقیقت نمائی سے مولوی صاحب کی جو حالت ہوئی ہے۔ اور جس پریشانی میں انہیں مبتلا ہونا پڑا ہے۔ اس پر ملک صاحب کو بھی کچھ رحم سا آگیا ہے۔ اور انہوں نے بالفاظ پیغام اس کا" بالتفصیل جواب دینا مناسب سمجھا ہے"۔

ملک صاحب کی رحم دلی یا اخلاص کیشی میں کیسے شبہ ہو سکتا ہے۔ جو نہایت پُر زور الفاظ میں مولوی محمد علی صاحب کے متعلق اپنے ٹریکٹ میں یہ اعلان کرنے کے باوجود کہ

"مجھ کو ضرورت نظر آتی ہے۔ کہ میں بستی بستی اور قریہ قریہ پھروں۔ اور آپ کے باطل عقیدوں کو توڑ دوں۔ وما توفیقی الا باللہ۔ یہ نہ سمجھ لینا کہ بات ختم ہو جائے گی۔ ان باتوں کے جواب آپ سے لئے جائینگے۔ ورنہ ہر ایک احمدی کے دل میں آپ کے خیالات کے برخلاف بغاوت قائم کر دی جائے گی"۔

اب اس قدر نرم دل اور مجسم رحم بن گئے ہیں۔ کہ مولوی صاحب کے پایہ کا کوئی آدمی انہیں نظر ہی نہیں آتا۔ چنانچہ وہ جوش عقیدت میں یہاں تک کہہ گئے ہیں:۔

"مولانا محمد علی صاحب کا علم۔ ان کا زہد و تقوے۔ ان کی نیکی۔ ان کی بردباری اور انکساری بے مثال ہے۔ اور میں یقین جانتا ہوں۔ کہ حضرت مسیح موعود کی ساری جماعت میں ایک شخص بھی ایسا نہیں جو اتنی خوبیوں کا مالک ہو"۔ ایک ایسے شخص کو جو ابھی تک وہی عقاید رکھتا ہو جنہیں "باطل عقیدے" قرار دیا گیا۔ اور جو ابھی تک وہی خیالات رکھتا ہو جن کے خلاف بغاوت قائم کر دینے کا عہد کیا گیا ہو۔ "زہد۔ تقوے اور نیکی" میں "بے مثال" قرار دینے پر مجبور ہو جانا اور پھر یہ دعوے کرنا۔ کہ وہ "غلامانہ ذہنیت" نہیں رکھتا۔ اور وہ ایسی قدر کسی انسان کی بھی کرنے کو تیار نہیں۔ اور جو اس سے ایسی قدر کرانا چاہے اسے وہ انسانیت کا دشمن سمجھتا ہے"۔ نہایت ہی لچر دعوے ہے۔ "غلامانہ ذہنیت" کی اس سے بدترین مثال اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ جس شخص کے ... بعدوں کو انسان "باطل" سمجھے۔ اسی کو "زہد۔ تقوی۔ نیکی اور صداقت" میں "بے مثال" کہے۔ پھر اس سے بڑھکر "فرعونیت" کیا ہو سکتی ہے۔ کہ ایک پڑھے لکھے آزادی و حریت کے مدعی اور بڑے تیس مارخاں کو اس قدر مجبور کر دیا جائے۔ کہ وہ بغاوت قائم کرنے کی بجائے تعریف و توصیف کے راگ گانے لگ جائے۔

ان حالات میں ہم پھر ملک صاحب سے اظہار ہمدردی ہی کریں گے۔ خواہ اس کی وجہ سے انہیں پھر مجبور کر کے مولوی محمد علی صاحب کے پاؤں پڑنے اور ان کے آگے ناک رگڑنے پر مجبور کیا جائے۔

ملک صاحب نے اپنے مضمون میں "ان تعلقات کو مدنظر رکھتے ہوئے جو حضرت مولانا کو آپ کے محترم چچا کے ساتھ ہیں۔ اور اس محبت بزرگانہ کو مدنظر رکھتے ہوئے جو مولانا کو ملک صاحب سے ہے" مولوی صاحب کی پوزیشن کو بہت حد تک صاف کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ مگر اب یہ وہ پوشیوں سے کیا ہو سکتا ہے۔ ملک صاحب صاف طور پر اپنے رسالہ میں لکھ چکے ہیں۔ کہ "مولوی صاحب نے ان کو جسمانی زور سے روکنے کی کوشش کی۔ اور ان کے اس فعل کو موچی دروازہ کے مشہور طبقہ کے افعال کے مشابہ بتا چکے ہیں۔ پس اب اگر وہ ایک مرتبہ نہیں۔ ہزار مرتبہ یہ لکھیں۔ کہ

"میری تقریر کے بعد مولانا محمد علی صاحب کھڑے ہوئے۔ اور انہوں نے خواہش ظاہر کی۔ کہ میں اس وقت تقریر کو بند کر دوں"۔

تو اس سے مولوی صاحب کی پوزیشن صاف نہیں ہو سکتی۔ نہ "اپنے مخالف خیالات کی اشاعت کو جسمانی زور سے روکنے کی کوشش" کا الزام دور ہو سکتا ہے۔ اور نہ موچی دروازہ کے لوگوں سے آپ کی مماثلت بے بنیاد ٹھیر سکتی ہے۔ البتہ یہ ملک صاحب کی مجبوری کا ثبوت ضرور ہے۔ جو ان کے مضمون کا ایک ایک لفظ پیش کر رہا ہے تاہم ملک صاحب ڈرتے ڈرتے اتنا کہہ ہی گئے۔ کہ "مولانا ممدوح کی نیت مجھ پر جبر کرنے کی نہ تھی"۔

جبر کرنے کے اعلان کے بعد یہ کہنا کہ مولانا کی نیت جبر کرنے کی نہ تھی۔ ظاہر کرتا ہے۔ ملک صاحب کو اپنے اوپر جبر کئے جانے سے تو اب بھی انکار نہیں۔ البتہ وہ خاص مجبوری کے ماتحت یہ لکھ رہے ہیں۔ کہ مولانا کی نیت جبر کرنے کی نہ تھی۔ لیکن جبر ان سے ہو گیا۔

ملک صاحب نے اس مضمون میں یہ بھی لکھا ہے:۔

"جن دنوں یہ واقعہ ہوا۔ قادیانی جماعت کے بہت سے افراد کو اس کا علم ہو گیا تھا۔ اور اس وقت اس کو اشاعت دینا قادیان کے اخبارات نے نہ معلوم کیوں مناسب نہ سمجھا"۔

ہم نے محض معاہدہ کے احترام کے خیال سے اس کی اشاعت نہ کی۔ لیکن اب اُس کے ... یہ مطلب ہیں۔ کہ ملک صاحب ... جو کچھ لکھا۔ وہ چند ماہ کا ... گذر جانے کی وجہ سے جھوٹ بن گیا۔

ملک صاحب نے اپنے اس مضمون میں ایک بہت مزے کی بات لکھی ہے۔ ہم نے لکھا تھا ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے اس واقعہ کی تشریح کرتے ہوئے اپنے ایک مضمون میں ایسی باتیں لکھی ہیں جن میں ملک صاحب کے "اخلاق پر صاف حملہ نظر آتا ہے۔ اور ان کی عقل اور سمجھ پر حملہ اور قابلیت و علمیت کی ہتک ہے"۔ اس پر ملک صاحب فرماتے ہیں:۔

"الفضل کو میرے ساتھ ہمدردی کی بھی ایسے دنوں میں سوجھی جب میں قادیان کی "جمعیۃ احرار المسلمین" کا ممبر بن چکا ہوں"۔

"جمعیۃ احرار المسلمین" کا ممبر بننا تو ملک صاحب کے لئے ضروری تھا۔ تاکہ شیخ سعدیؒ کے اس مشہور مقولہ کی تصدیق ہو۔ کہ ع

[illegible]

اور ویسے بھی یہ بات قابل تعجب تھی۔ کہ ہندوستان کے تمام علماء و فضلا۔ اور ماہرین علوم دینیہ اور واقفان اسرار شرعیہ جمع ہو کر فاضل اجل اور علامہ بے بدل فضل کریم مستری اور مہر الدین آتشباز کی سرکردگی میں ایک خالص تبلیغی اور اشاعت اسلام کی صحیح معنوں میں علمبردار جمعیۃ قائم کریں۔ اور ملک محمد امین صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی جیسا یگانہ روزگار عالم و فاضل اس کی رکنیت سے باہر رہے۔ لیکن اس کے متعلق ایک عرض ضروری ہے۔ اور وہ یہ کہ کیا اس جمعیۃ کا ممبر بننا دائرہ انسانیت سے اخراج کے مترادف ہے۔ کہ آپ کو بنی نوع انسان کی ہمدردی سے اس ممبری نے بے نیاز کر دیا ہے۔

آخر میں آپ بڑی شان سے فرماتے ہیں:۔

"مجھے بہت بڑی خوشی ہوگی۔ اگر میرے مضمون سے یہ جھگڑا ختم ہو جائے"۔

آپ تو اپنا جھگڑا ختم ہی سمجھئے۔ لیکن مولوی محمد علی صاحب کا ایک دبلے پتلے آدمی کو جسمانی زور کے ساتھ بولنے سے روکنا اور ایسا کرنے میں موچی دروازہ کے رہنے والوں کی سپرٹ کا مظاہرہ کرنا یہ اسی وقت ختم ہو سکتا ہے جب آپ کے "حضرت مولانا" آئندہ زور آزمائی سے باز رہنے کا اعلان کریں۔

مولوی محمد علی صاحب کے پہلے اور موجودہ عقیدہ میں تضاد

مولوی محمد علی صاحب نے اپنی کتاب النبوۃ فی الاسلام کے غالباً صفحہ ۱۵ پر یا اس کے قریب لکھا ہے۔

"نبوت کا دروازہ ہرگز اس امت میں کھلا نہیں۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا"

مگر ریویو آف ریلیجنز [illegible] میں آپ اس کے بالکل برخلاف اور برعکس یہ لکھتے ہیں۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خدا تعالیٰ نے تمام نبوتوں اور رسالتوں کے دروازے بند کر دئیے۔ مگر آپ کے متبعین کامل کے لئے جو آپ کے رنگ میں رنگین ہو کر آپ کے اخلاق کاملہ سے ہی نور حاصل کرتے ہیں۔ ان کے لئے یہ دروازہ بند نہیں ہوا"

(جلد ۵ صفحہ ۱۸۶)

اس میں آپ نے باب نبوت کی بندش کے کلیہ کا ایک استثناء بیان کر کے اسی دروازہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کامل تبعین کے لئے جو آپ کے رنگ میں رنگین ہوں۔ اور آپ ہی کے اخلاق کاملہ سے نور حاصل کرنے والے ہوں۔ کھلا بتایا ہے۔

اگر آپ کے الفاظ اس فقرہ کے استثناء والے حصہ میں یہ نہ ہوتے۔ کہ "یہ دروازہ بند نہیں ہوا" بلکہ ان کی بجائے یہ الفاظ ہوتے۔ کہ "ان کے لئے اس بات کا دروازہ بند نہیں ہوا۔ کہ جس طرح کسی بہادر آدمی کو شیر کہہ دیا جاتا ہے۔ اسی طرح ان کو بھی نبی کہا جا سکے" تو کوئی اشکال پیدا نہ ہوتا۔ مگر آپ نے اس وقت ایسا نہ لکھا۔ بلکہ جس دروازہ کی بندش کا ذکر کیا تھا۔ بالمقابل اسی کے کھلا ہونے کا دعوےٰ کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں آپ کے اس ریویو والے بیان میں اور النبوۃ فی الاسلام والے مذکورہ بالا بیان میں سخت اختلاف اور تضاد پیدا ہو گیا ہے۔

میں آپ کے ان دونوں فقروں کے باہمی فرق اور تفاوت کی ایک مثال کے ذریعہ سے مزید توضیح کرتا ہوں۔ جو یہ ہے۔ کہ اگر ایک شخص یہ دعوےٰ کرے۔ کہ "فلاں مجلس میں جس قدر لوگ شامل ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی انگریزی زبان نہیں جانتا" تو یہ دعوےٰ بلا استثناء ہو گا۔ اور اگر وہ شخص ان الفاظ میں دعوےٰ کرے کہ "فلاں مجلس میں جس قدر لوگ شامل ہیں۔ ان میں سے فلاں شخص کے سوا کوئی بھی انگریزی زبان نہیں جانتا" تو اس دعویٰ کا پہلا حصہ تو مقید ہو جائے گا۔ اور اس کے ساتھ ایک استثناء لگ جائے گا۔ مگر اس کا دوسرا حصہ اسی طرح بلا استثناء اور بلا قید ہو گا۔ اور اگر وہ دعوےٰ کرنے والا شخص اپنے دعوے کو اس قید کے ساتھ مقید کرے کہ "سوائے چند الفاظ کے" یعنی یوں کہے۔ کہ "فلاں مجلس میں جس قدر لوگ شامل ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی بجز چند الفاظ کے انگریزی زبان نہیں جانتا" تو اس صورت میں اس کے دعوے کا پہلا حصہ تو بدستور بلا استثناء اور بلا قید ہو گا۔ اور دوسرا حصہ مقید ہو جائیگا۔

اب اس مثال کی مذکورہ بالا تینوں صورتوں کو سامنے رکھکر جب ہم آپ کے "النبوۃ فی الاسلام" والے دعوے کو دیکھتے ہیں۔ تو اس پر اس مثال کی ٹھیک پہلی صورت صادق آتی ہے۔ کیونکہ اس کے یہ الفاظ ہیں۔ کہ

"نبوت کا دروازہ ہرگز اس امت میں کھلا نہیں۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا"

جن میں قطعاً کوئی قید اور کوئی استثناء نہیں ہے۔ لیکن جب ہم آپ کا ریویو آف ریلیجنز والا بیان دیکھتے ہیں۔ تو اس میں ایک استثناء اور قید مذکور پاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے یہ ریویو والا بیان مذکورہ بالا مثال کی دوسری صورت کے ماتحت آتا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔ کہ

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خدا تعالیٰ نے تمام نبوتوں اور رسالتوں کے دروازے بند کر دئیے ہیں۔ مگر آپ کے تبعین کامل کے لئے جو آپ کے رنگ میں رنگین ہو کر آپ کے اخلاق کاملہ سے ہی نور حاصل کرتے ہیں۔ یہ دروازہ بند نہیں ہوا"

غرض آپ کی ان دونوں تحریروں میں اختلاف اور تضاد بلکہ تناقض نظر آتا ہے۔ جسے میں باوجود پوری کوشش کے دور نہیں کر سکا۔ مہربانی فرما کر ان میں تطبیق دے کر ممنون فرمائیں۔

ہاں اس کا ایک جواب میں نے آپ کی بعض تحریرات میں دیکھا ہے۔ جو یہ ہے۔ کہ ہماری بعض دوسری تحریرات میں اس دعوے کو مقید کر کے بھی پیش کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اشتہار "نبوت کاملہ تامہ اور جزوی نبوت میں فرق" میں

مگر آپ کا یہ جواب میرے خیال میں اس اختلاف کو دور کرنے کے لئے کافی نہیں ہے۔ کیونکہ ان تحریرات میں ایک قسم کی نبوت کا دروازہ کھلا ہونے کے ذکر کے ساتھ ہی یہ بھی بالصراحت بیان کر دیا گیا ہے۔ کہ اس قسم کی نبوت ٹھیک اسی رنگ میں نبوت کی اقسام میں داخل ہے۔ جس رنگ میں بہادر آدمی کو شیر کی اقسام میں داخل قرار دے لیا جاتا ہے۔ جو فی الواقع ہرگز ہرگز شیر کی اقسام میں داخل نہیں ہے۔ کیونکہ وہ آدمی ہے۔ نہ کہ اس نوعیت کا درندہ۔ جو سچ مچ شیر ہوتا ہے۔ پس جس طرح بہادر آدمی صرف کہنے کو شیر ہوتا ہے۔ فی الواقع شیر نہیں ہوتا۔ اسی طرح جس چیز کا نام نبوت کی ایک قسم رکھکر اس کا دروازہ کھلا بتایا گیا ہے وہ فی الواقع ہرگز ہرگز نبوت نہیں ہے۔ پس یہ کہنا کہ بلا استثناء ہر قسم کی نبوت کی نفی "النبوۃ فی الاسلام" میں بھی نہیں کی گئی محض ایک قسم کا مغالطہ ہے۔ جو بقول آپ کے "ایک ایسی لغو حرکت ہے۔ کہ جس کا مرتکب یا تو ایک ایسا غبی ہو سکتا ہے۔ کہ جس کو یہ بھی علم نہ ہو۔ کہ فریقین میں متنازعہ امر کیا ہے۔ اور یا پھر ایک حد سے زیادہ چالاک آدمی جو اپنی چالاکی سے لوگوں کو دھوکہ میں رکھنا چاہتا ہے۔ اور تلبیس سے کام لیتا ہے۔ اور حق و باطل کا الگ ہو جانا اس کی اغراض کے منافی ہے"

اور اگر نبوت کے دعوے کی [illegible] میں اس قسم کی نام نہاد نبوت کا استثناء اوپر کی مثال کی کسی صورت کے نیچے آسکتا ہے۔ تو وہ صرف یہ صورت ہے۔ کہ وہ شخص مثلاً یہ دعوےٰ کرے۔ کہ "فلاں مجلس میں جس قدر لوگ شامل ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی انگریزی زبان نہیں جانتا۔ سوائے اس کے کہ ان میں سے ایک شخص کا ایک رشتہ دار (جو اس مجلس میں شامل نہیں ہے) بعض اردو زبان کے الفاظ کو انگریزی حروف میں یعنی رومن کیریکٹر میں لکھ سکتا ہے"

اب ظاہر ہے۔ کہ یہ استثناء محض برائے نام استثناء ہو گا جو اصل دعوے کی وسعت کو ایک ذرہ بھر بھی کم نہیں کرتا۔ اس لئے اس کو پیش کر کے یہ کہنا کہ ایک قسم کی نبوت کو اب بھی جاری تسلیم کیا جاتا ہے۔ ایک "دھوکہ" سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔

پس مہربانی فرما کر کسی تقریر اور توجیہ کے ذریعہ سے جو آپ کے دماغ میں ہو۔ اس اختلاف کو دور کر کے مجھے شکریہ کا موقعہ بخشیں۔

خاکسار محمد اسماعیل عفا اللہ عنہ

122

تحریک چندہ خاص اور جماعت احمدیہ

چندہ خاص کی تحریک شائع کئے ہوئے یہ دوسرا مہینہ جار ہا ہے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا ارشاد ہے۔ کہ چندہ خاص پورے کا پورا بشرح پچیس۲۵ فی صدی سے تینتیس۳۳ فی صدی تک ۳۰ ستمبر تک وصول ہو جانا چاہیئے۔ احباب کو چندہ خاص وقت مقررہ کے اندر بھیجنے کی پوری سعی کر کے خدا کے فضل کو جذب کرنا چاہیئے۔

جماعتیں اور افراد جہاں چندہ خاص کے وعدوں کے فارم بھیج رہے ہیں۔ وہاں ساتھ ہی پورے کا پورا روپیہ بھی بھیجا جا رہا ہے۔ چنانچہ اس ہفتہ میں مندرجہ ذیل جماعتوں اور افراد نے نہ صرف چندہ خاص ہی پورا ارسال فرمایا ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ ہی "چندہ عام" بھی باشرح نقدا رسال فرمایا ہے۔ تاکہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے اس حکم کی تعمیل ہو جائے۔ جو حضور ایدہ اللہ بنصرہ نے ان الفاظ میں دیا تھا۔ کہ

"یہ بھی کوشش رہے کہ اس کا (چندہ خاص) اثر چندہ عام پر ہرگز نہ پڑے۔ بلکہ چندہ عام پچھلے سال سے بھی زیادہ ہو۔ کیونکہ مومن کا قدم ہر سال آگے ہی آگے پڑتا ہے۔ وہ ایک جگہ ٹھہرنا پسند نہیں کرتا۔"

۱۔ میسرز عبدالخالق صاحب اینڈ کو ٹھیکہ دار ڈیرہ ضلع آرہ سے لکھتے ہیں۔ "پانچ سو روپے کا چک ارسال ہے۔ اس میں سے چار صد روپیہ چندہ خاص میں عاجز کے نام سے جمع کریں۔ اور مبلغ ایک سو روپیہ چندہ عام میں جمع کریں۔ چندہ عام کا اس دفعہ چوتھا سو ارسال ہے۔ اس کو ماہ اگست کے اخیر تک شمار فرمائیں اور اس عاجز کے لئے خلوص دل سے دعا فرمائیں۔ کہ خدا تعالےٰ خاکسار کی تمام آرزوئیں خدمت دین کے بارہ میں پوری فرمائے۔"

برتو بارد رحمت یار ازل ✤ در تو تابد نور دلدار ازل

۲۔ چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے سلسلہ کی بڑھتی ہوئی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے چندہ عام کا ایک ہزار روپیہ پیشگی گذشتہ ماہ میں ارسال فرمایا تھا اور اس سال کی تحریک چندہ خاص میں آپ نے آٹھ سو روپیہ ارسال فرما دیا ہے۔ اور باقی دو سو روپے آئندہ ماہ میں ارسال فرمائیں گے۔

کریما! بصد کرم کن بر کسے کو ناصر دین است
بلائے او بگرداں گر بجہے آفت شود پیدا

جماعت لاہور سول لائن کی نسبت بابو محمد امین صاحب سیکرٹری مال سے معلوم ہوا ہے کہ ذیل کے احباب نے چندہ خاص کا وعدہ تینتیس۳۳ فی صدی کی شرح سے کیا ہے۔ محمد امین سیکرٹری مال۔ بابو عبدالحمید صاحب بابو محمد عبداللہ صاحب ہیڈ ماسٹر۔ بابو ممتاز علی خاں صاحب پٹواری مرزا محمد صادق صاحب اکونٹنٹ یہ احباب نہ صرف تینتیس۳۳ فیصدی ادا فرمائیں گے۔ بلکہ یکمشت۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

۳۔ مکرمی چوہدری مچھو خاں صاحب رینج افسر کشتوار نے نہ صرف چندہ خاص باشرح یکمشت ارسال فرمایا ہے۔ بلکہ اپنا چندہ حصہ آمد بھی جو تین ماہ سے اکٹھا ہو گیا تھا۔ یکمشت ساتھ ہی ارسال فرمایا ہے۔

۴۔ منشی احمد الدین صاحب پیرو کار مالیر کوٹلہ سے لکھتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ کی توفیق سے چندہ خاص جو بروئے حکم ۲۶ر جون ۱۹۲۸ء پچیس یا تیس فی صدی دینا ہے۔ میں تیس فی صدی کی شرح سے آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔ آپ حضرت اقدس کے حضور میں میری طرف سے بعد السلام علیکم دعا کی درخواست کریں۔

۵۔ جماعت کڑیانوالہ کے فارم میں ڈاکٹر علم الدین صاحب پنشنر اور محمد اسمعیل صاحب سکرٹری نے اپنا چندہ خاص باشرح یکمشت ادا فرمایا ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کے بیٹے شیخ عنایت اللہ صاحب سب انسپکٹر کا وعدہ چالیس فی صدی کی شرح سے ہے۔ جس میں سے قریباً نصف رقم ادا ہو چکی۔

۶۔ جماعت شتاب گڑھ ضلع ملتان میں منشی قائم علی۔ شیخ فتح علی۔ شیخ عبدالرحمن چوہدری تاج الدین صاحبان پٹواری کے وعدے تینتیس فی صدی کی شرح سے ہیں۔ اور شیخ فتح علی صاحب نے ادا بھی کر دیا۔ نیز جماعت کان پور۔ لودھراں ضلع ملتان کا فارم بھی باشرح ہے۔

کراچی میں دو علیحدہ علیحدہ جماعتیں اس جگہ کی وسعت کے سبب سے کام کر رہی ہیں۔ ایک کا نام "کراچی شہر" اور دوسری کا نام کراچی سولجر بازار ہے۔

کراچی شہر کی جماعت باقاعدگی سے کام کرنے والی جماعت ہے۔ اس کے فارم چندہ خاص میں مکرمی چوہدری محمد شریف صاحب سب انسپکٹر پولیس اور بابو عبدالرحمن صاحب کلرک کسٹم ڈیوٹی کا چندہ ۳۰ فی صدی کے حساب ہے۔ اور باقی احباب کے وعدے باشرح کل رقم چندہ خاص ما۵۱۶ ہے۔ اس جماعت کے کارکن اپنے حلقہ میں خواہ وہ کسی قدر محدود ہو۔ واقعی قابل قدر کام کرنے والے اصحاب ہیں۔ اور شکریہ کے مستحق۔

جماعت سولجر بازار کراچی نے تھوڑے دنوں سے اپنا کام باقاعدگی سے شروع کیا ہے۔ اس کے فارم چندہ خاص میں مکرمی ڈاکٹر محمد بخش صاحب سیکرٹری مال نے اپنا چندہ خاص تیس فی صدی کی شرح سے یکمشت ادا کر دیا ہے۔ اور مسٹر رفیع الزماں خاں صاحب سیکرٹری تبلیغ نے باشرح چندہ خاص دو قسطوں میں پورا ادا کر دیا ہے نیز حاجی محمد عمر الدین صاحب ڈنگوی نے اپنا چندہ خاص چالیس فی صدی کی شرح سے یکمشت تحریک کے پہونچنے سے پہلے ہی اس اطلاع پر کہ تحریک آنے والی ہے۔ ارسال کر دیا تھا۔

سولجر بازار کا کل وعدہ چندہ خاص ما۵ ہے۔ علاوہ ازیں ان کا "بجٹ فارم چندہ عام" بھی آگیا ہے۔ جو عہدہ داران کی سعی و محنت کا پتہ دے رہا ہے۔ بیت المال تمام عہدہ داران سولجر بازار کراچی کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ کہ انہوں نے بکھرے ہوئے شیرازہ کو جمع کر کے کام شروع کیا ہے۔ اور خصوصیت سے توقع کرتا ہے کہ وہ نہایت محنت اور توجہ سے اس کام کو سرانجام دیکر عند اللہ اجر عظیم کے مستحق ہوں گے ✤

ایک صاحب مستری چراغ الدین صاحب ٹھیکہ دار رحیم یار خاں ریاست بہاولپور ہیں۔ انہوں نے اپنا چندہ خاص باشرح یکمشت ارسال فرمایا ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ جو احمدی دوست علاقہ رحیم یار خاں میں ہوں۔ وہ ان سے مذکورہ بالا پتہ پر ملیں۔ مستری صاحب اکیلے ہونے کے سبب احمدی دوستوں سے ملنے کی بہت خواہشمند ہیں۔

حیدر آباد سندھ میں بھی نئی جماعت بنی ہے۔ جس کے بجٹ فارم میں ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب کا وعدہ تیس فی صدی کے حساب سے اور باقی احباب کا باشرح لکھا ہے ✤

۱۔ جماعت سرائے نورنگ ضلع بنوں ان زمیندار جماعتوں میں سے ہے۔ جو اپنے ہر قسم کے چندے بروقت بھیجنے میں باقاعدہ ہیں۔ وہاں کے سیکرٹری مال صاحب زادہ محمد طیب صاحب کو مالی کام کے سرانجام دینے کی ہر وقت دھن لگی رہتی ہے۔

چندہ خاص کے فارم پر سیکرٹری صاحب مال نے ہر ایک دوست سے اس کی فصل ربیع کی پیداوار پر ایک سیر فی من کے حساب سے چندہ خاص لیا۔ ساتھ ہی آئندہ کے لئے بھی وعدہ ہے کہ فصل خریف کے موقع پر چندہ خاص الگ بھیجا جاوے گا۔ اس کے علاوہ مستورات سے بھی چندہ خاص لیا گیا ہے۔ ذیل کے احباب نے فصل ربیع پر چندہ خاص دیا۔

صاحبزادہ محمد طیب جان۔ صاحبزادہ عبدالسلام۔ صاحبزادہ محمد ہاشم طالب علم۔ محمد صالح۔ ملا محمد شاہ خان۔ ملا میرد۔ حکیم عبدالرحیم اہلیہ محمد شاہزادہ صاحب۔ ہمشیرہ صاحبہ حضرت شہید مرحوم۔ نور محمد۔ ملا محمد صاحبان ✤

عبدالمغنی ناظر بیت المال

122

ضرورت ہے

ایک ایسے معلم کی جو بچوں کو ابتدائی تعلیم دے سکے۔ اور تربیت کر سکے آدمی نیک اور مخلص احمدی ہو۔ قرآن کریم اور مسئلہ مسائل سے خوب واقف ہو معمر احمدی کو ترجیح دیجائیگی۔ مکان اور خوراک کے علاوہ تنخواہ بھی حسب قابلیت دیجاویگی۔ خواہشمند اپنی درخواست بنام شیخ محمد عبدالرشید صاحب پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ احمدیہ بلڈنگ بٹالہ ضلع گورداسپور بھیجدیں۔ درخواست کے ساتھ امیر جماعت مقامی، سیکرٹری امور عامہ جماعت مقامی کے تصدیقی چال چلن ہمراہ بھیجیں